تاریخِ اندلس

مسلمانوں کے عروج وزوال کی دل خراش وایمان افروز داستان

مرتّب
مفتی محمد عامر کان پوری
استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاج مئو کان پور

ناشر
مکتبہ دار العلوم کان پور
نزد مسجد عائشہ جاج مئو کان پور، یوپی، انڈیا
جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاج مئو کان پور
فون:8052649149

تفصیلات

نام کتاب : تاریخِ اندلس

مرتّب : مفتی محمد عامر کانپوری

استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاج مئو کانپور

ناشر : مکتبہ دار العلوم کانپور
نزد مسجد عائشہ جاج مئو کانپور، یوپی، انڈیا

صفحات : 104

کمپیوٹر کتابت : عبد الرزاق اعظمی مکتبۃ الحرمین دیوبند 8979354752

قیمت : ٨٠

ملنے کے پتے

- مکتبۃ الحرمین دیوبند ☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
- مکتبہ امدادیہ سہارنپور ☆ مکہ مسجد کے ڈی اے کالونی جاج مئو کانپور
- ابوبکر مسجد جاج مئو کانپور ☆ مسجد عائشہ جاج مئو کانپور
- مکتبہ احسان لکھنؤ ☆ زمزم بکڈپو دیوبند
- فیصل پبلی کیشنز دیوبند ☆ دار الکتاب دیوبند

مکتبہ دار العلوم کانپور
نزد مسجد عائشہ جاج مئو کانپور، یوپی، انڈیا

فہرست عناوین

انتساب

ان مسلمانوں کے نام جنہوں نے عیسائی ودجالی قوتوں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا اور مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک کفر کے تمام زندانوں کو آباد کیا اور آنکھوں دیکھی لہولاشوں کا انتخاب کر کے، اللہ کے کلمہ کو بلند کر کے اس کی جنت کے حقدار بن گئے، اور وہ ہم سب کے لیے عبرت کا درس چھوڑ گئے۔

ان ماوں کے نام جنہوں نے محمد عربی ? کا دین بچانے کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اللہ کے راستے میں پیش کر دیا۔

ان بہنوں کے نام جن کے سہاگوں سے زندانوں میں تکبیر کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

شہداء کے ان بچوں کے نام جنہوں نے امت کے بچوں کے خاطر اپنے والدین کی جدائی کر کے خود یتیمی کو گلے لگالیا۔

ان مساجد، مدارس اور دینی قلعوں کے نام جو آج ستم ہائے زمانہ کی وجہ سے نالہ وفریاد ہیں۔

ان علماء ادباء اور خطباء کے نام جنہوں نے اللہ کے دین کی زمزموں کو صدیوں تک بلند کرتے رہے۔

مقدمہ

نہ سمجھوگے تو مٹ جاوگے اے ہندی مسلمانوں!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہ داستان تاریخ کا ایک المناک باب ہے، جہاں مسلمانوں کی عبقریت وعظمت، عہد عروج وسنہرے دور کی بے مثال یادگار ہے، وہیں مسلمانوں کیلیے عبرت ونصیحت کا درس بھی ہے۔

تاریخ صرف زمانہء ماضی کے قصہ وکہانی کے لیے نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کا اصل مقصد ماضی کے سانچے میں اپنے حال ومستقبل کو سنوارنا ہے، بھولا ہوا سبق یاد رکھنا ہے؛ تاکہ دوبارہ وہ غلطی نہ ہوسکے، جو ہم ماضی میں کر کیآ ئیں ہیں۔

عالم اسلام پر دو حالات ایسے آئیں ہیں جس سے اسلام کو اتنا نقصان پہنچا، اتنا نہ اس سے پہلے پہنچا ہوگا اور نہ آئندہ پہنچے گا۔ ان شاءاللہ۔

(۱) زوال اندلس (۲) فتنہء تاتار

یہ دو حالات ایسے آئے ہیں جس سیا سلام اور اہل اسلام کی روح نکال لی گئی اور بالکل اس کا نام ونشان مٹانے کے در پے ہوگئے، خون پانی کی طرح بہادیا گیا، عزتوں وآبروں کو جانوروں کی طرح پامال کر دیا گیا، ان کی املاک وجائنداد کو اپنی ملک سمجھ لیا گیا، ان کی زمین کو کشادگی کے باوجود تنگ کر دیا گیا؛ لیکن اللہ کو اپنا نام باقی رکھنا تھا اسلام کو دوام بخشنا تھا، مسلمانوں کا وجود برقرار رکھنا تھا؛ اس لیے اللہ کے چراغ کو کوئی بھی نہ بجھا سکا۔

حالات کا بنانا وبگاڑنا اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے، اللہ وقتی طور پر حالات بناتے اور بگاڑتے ہیں؛ بندوں کو آزمانے کیلیے بالخصوص ان بندوں کو جن سے اللہ محبت کرتا ہے، انہیں مصائب، آلام وغم بھی دیتا ہے، راحت، خوشی وسکون کا سامان بھی مہیا کرتا ہے، یہی اللہ کی محبت کی پہنچان ہے؛ کیوں کہ جس کو جس سے تعلق ومحبت ہوتا ہے اس کی گرفت بھی ویسی ہی کرتا ہے، جس سے کوئی تعلق نہ ہو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے؛ بلکہ ایسے لوگوں کو اللہ اور انوازتا ہے؛ کیوں کہ یہ اس کے لیے چندروز کہانی ہے، پھر وہی اس کے بعد اس کے حساب وکتاب کا مالک ہے۔

مسیحیوں اور تاتاریوں کے فتنوں سے مسلمانوں کے عروج کے اسباب بھی واضح تھے، اور زوال کے اسباب بھی واضح ہیں، یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں۔

جب انسان جفاکشی اختیار کرتا ہے، بےتکلفانہ زندگی گزارتا ہے، عیش وعشرت سے دور رہتا ہے، ہر ایک کے حقوق ادا کرتا ہے، دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہے، دوسرے کی نصرت وحمایت میں ہما وقت وہماتن تیار رہتا ہے، چھوٹوں پر رحم، بڑوں کا اکرام کرتا ہے، ہر معاملات میں عدل وانصاف سے کام لیتا ہے، افراط وتفریط سے دور رہتا ہے، تو اللہ کی مدد اس کیساتھ شامل حال رہتی ہے، وہ ہر جگہ کامیاب وکامران رہتا ہے، ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے؛ لیکن جب وہی انسان اپنے عشرت کدوں کو تعمیر کرنے لگے ان کا زہد وتقوی ختم ہوجائے ان کی جفاکشی ان کی بےتکلفانہ زندگی کی قوت چھین لی جائے، خواب وغفلت کے دبیز پردوں میں سونے لگے، اپنے مال ودولت میں دوسروں کے حقوق کو فراموش کر دے خود نمائشی زندگی گزارنے لگے، اپنے سامنے دوسروں کو کچھ نہ سمجھنے لگے، خودغرضی کا رویہ اپنانیلگے، دوسروں کے غم والم سے اپنی آنکھ، کان وزبان بند کرلے، تو اللہ بھی ایسے لوگوں سے بینیاز ہے، ایسے لوگوں پر ایسی قوم مسلط کر دیتا ہے جو ان کی اصل حقیقت سےآگاہ کر سکے؛ کیوں کہ دنیا آزمائش گاہ ہے، تفریح گاہ نہیں، اس میں جو بویا جائے گا وہی آج یا کل کاٹا جائے گا۔

یہ کتاب اندلس کی مکمل وتفصیلی تاریخ نہیں اس کی مکمل تاریخ، نفح الطیب للمقری بدایۃ ونہایہ لابن اثیر ابن خلدون تاریخ اندلس اندلس میں چندروز، اندلس کا ناگن وغیرہ کتابوں میں ملیگی۔

بلکہ یہ کتاب اندلس کے مسلمانوں کے عروج وزوال، ایمان افروز کی ایک دل خراش ودل سوز داستان ہے، اجڑے ہوئے نشیمن وبکھرے ہوئے خرمن کی درس عبرت ہے، شکست خردہ کی نالہ وفریاد ہے، ستم زدہ کی فغاں ہےاور بانگ ہے، دل ناشاد کی دلِ ناصبوری ہے۔

خیال اپنا کمال اپنا عروج اپنا زوال اپنا
نہ کر زمانہ کی گلہ وشکوہ عامر خود پر کر ملال اپنا
میری عروج کی لکھی تھی داستاں جس میں
میرے زوال کا قصہ بھی اسی کتاب میں تھا

لیکن خدا کو رحم آ ئیگا، آ سمان کے فرشتے، بحر و بر کے زبان اور بے زبان مخلوق اللہ سے فریاد کریں گے، خدارا ! پھر طارق اور موسی جیسے شجاعت کیش و فرزند عظیم اندلس کے سرزمین پر پیدا فرما ! تا کہ تیرا نام تیرا اسلام اور تیرا کلام باقی رہے۔

خاموش منارے تیرا نام لینے کے لیے بے تاب ہیں، ایک عرصہ گزر گیا انہیں خاموش کھڑے ہوئے، اب تو انہیں گویائی عطا کر ! مسجد قرطبہ جہاں تیرے لیے لاکھوں سجدے ریز ہوئے تھے، جن صحنوں پے لاکھوں جبینوں کے نشان ثبت تھے، جہاں سے ہر سمت تیرے نور کی کرنیں پھیلتی تھیں؛ لیکن آج وہاں تیرا نام لینے والا کوئی نہیں، ہر طرف کفر کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، ہر سمت اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اب تو اس ستم زدہ، ستم کشتہ، و ستم آباد پر رحم کھا ! اپنے بجھے ہوئے چراغ کو پھر ضوفشاں بنا ! اپنے نور کی ضیاباری سے اندلس کی سرزمیں کو نیّرہ تاباں بنا! ایمان کی باد بہار چلا دے ! کفر کی تاریکیوں کو مٹا دے ! زمین تیری، حکمرانی تیری، مخلوق تیری اب فیصلہ بھی تیرا۔

نہ جانے کتنی شمعیں گل ہوئیں کتنے بجھے تارے
تب اک خورشید اتراتا ہوا بالائے بام آیا
اندھیرے شب کا سفر تھا ہوا تھی صحرا تھا
دیے کو میں نے جلایا تھا اور پھر دیے کو ہم نے بجھایا

آج بھی پورے عالم اسلام پے اور بالخصوص سرزمین اندلس پے غیب سے اہل ایمان کے لیے یہ صدا گونج رہی ہے کہ

اپنے کعبہ کی حفاظت تمہیں خود کرنی ہے
اب ابابیلوں کا لشکر نہیں آنیوالا

ازقلم:
مفتی محمد عامر کانپوری عفی عنہ

تأثرات

میں نے اپنی زندگی میں نہ جانے کتنے تاریخی وقعات پڑھے، بہت سے عبرت کدوں کو سنا ؛لیکن دل ودماغ پر جو حسرت ناک تاثر جامع قرطبہ اور اندلس کو پڑھ کر ہوا، وہ کسی اور تاریخ کے بارے میں نہیں ہوا۔

یہاں کے ماضی وحال کے تصورات سے ہر مسلمان کا دل دہلتا ہے، لکھنے والوں کا قلم لرزتا ہے، پڑھنے والوں کا دل لرزہ براندام ہوتا ہے۔

راقم کے لیے اس موضوع پر لکھنا بہت مشکل تھا ؛لیکن لکھنا بھی ضروری تھا ؛ کیوں کہ جو سرزمین مسلمانوں کے لیے باغ جنت تھی، وہی مسلمان کے لیے درس عبرت بن گئی، جو مساجد ومکاتیب مسلمانوں کے لیےعلم کا گہوارہ تھیں وہی کفر کی آماجگاہ بن گئی، جہاں صدیوں اسلام کا بانگِ خلیل رہا وہاں اب ہر سمت مسیحیوں کی صلیبی پرچم کشائی ہے، جس جگہ پر خطے، وہر گوشے میں ایمان واسلام کی شمع روشن تھی، جہاں ہر بزم قرآن واحادیث سے مہکتا ودمکتا تھا، ہر آج اندھیرا ہی اندھیرا ہے، ہر محفلیں اجڑیں اجڑیں ہیں، ہر پھول مرجھا چکے ہیں، ہر کلیوں نے چٹکنا چھوڑ دیا ہے، یہاں کے درودیوار، بحروبر خاک وزارت، چرندوپرند آہ وبکا ونالاں ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اس کے حسین وجمیل، کھلتے ودمکتے اور مسکراتے چہرے پر کسی نے ہمیشہ کے لیے شکست یابی، رنج والم کا پرداڈال دیا ہو۔

ہر شاخ چمن ہے افسردہ ہر پھول کا چہرہ پژمردہ
آغاز ہی جب ایسا ہے تو پھر انجام بہاراں کیا ہو گا
(اختر)

ہو کے افسردہ مری شومی تقدیر نہ دیکھ
اپنے پیروں میں مرے پاوں کی زنجیر نہ دیکھ
(ہزارلکھنوی)

پھول افسردہ بلبلیں خاموش
فصل گل آئی ہے خزاں بردوش
(حفیظ بنارسی)

دنیا نے فسانوں کو بخشی افسردہ حقائق کی تلخی
اور ہم نے حقائق کے نقشے میں رنگ بھرا افسانوں کا
(جوش ملیح آبادی)

جغرافیہ اندلس

اندلس جسے ہسپانیہ اور اسپین بھی کہا جاتا ہے۔

مراکش اسپین سے قریب ترین اسلامی ملک ہے، اور اسپین اندلس کی آغوش میں ہے۔

اندلس شمالی افریقہ کے بالکل سامنے یورپ کے جنوب مغربی کنارے پر ایک حسین وجمیل جزیرہ نما ہے، آج کل اس میں پرتگال اور اسپین دو ممالک واقع ہیں، کسی زمانے میں یہ ملک مغربی دنیا کی عظیم ترین ممالک میں شمار ہوتا رہا تھا۔ مسلمانوں کی فتح سے پہلے، یہاں کی حکومت سلطنت روم کی ہمسر تھی، مسلمانوں کے دور میں یہ پورے یورپ کے لیے روشنی کا مینار تھا۔

نام کی ابتداء

اندلس کے مختلف نام رکھے گئے، یونانیوں نے آئبیر کے نام سے پکارا، رومانیوں نے اس کو ہسپانیہ سے یاد کیا؛ لیکن جب عرب اس ملک میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسپین کے جنوبی حصہ کو جسے غالبا وراندیشہ کہا جاتا تھا، پہلے فتح کیا تھا؛ اس لیے انہوں نے اسی واندیشہ کہا پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، ملک کے نام کا اطلاق بھی آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ پورے اسپین و پرتگال پر اس لفظ کا اطلاق ہو گیا، پھر آگے بڑھ کر جنوبی فرانس کے دو بڑے علاقے نربونین سس اور کوتانیا بھی ملک اندلس کے حدود میں داخل ہو گئے۔

(اندلس کا تاریخی جغرافیہ)

اندلس کی حدود اربعہ

اندلس جزیرہ نما ہے، اس کی تین سمتوں میں تین سمندر ہیں: مشرق میں بحر روم جسے بحر متوسط بھی کہتے ہیں، مغرب کی سمت میں اوقیانوس (ایٹلانٹک) ہے جسے بحر محیط بحر ظلمات اور بحر اعظم بھی کہتے ہیں، اور جنوب کی سمت میں آبنائے جبرالٹر جس کو عرب بحر زقاق یاد کرتے ہیں، یہی سے آبنائے یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے، اور شمال کی سمت میں اندلس کی قدرتی سرحد

جبل البرانس یعنی کوہ پائیرینس ہے اور اندلس کا یہی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے، پھر وسعت ملک کے لحاظ سے جنوبی افریقہ کا وہ علاقہ جس میں ناربوں ادرا کا ٹانیا واقع ہے، اس کی سرحد میں داخل ہیں، پھر ادھر شامل مغربی گوشہ کی سرحد پر خلیج بسکے واقع ہے۔

اندلس کا طول وعریض

اس کا طول گیارہ سو میل، اور عرض چھ سو میل ہے۔

اندلس کی زمین

اندلس کی زمین سمندر کی سطح سے تقریبا دو ہزار فٹ بلند ہے، یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کو ہوتی گئی ہے، یہاں تک کہ بحر محیط کی سطح آجاتی ہے، اندلس کی سرزمین پوری دنیا میں سرسبز وشادابی کے لحاظ اس کی کوئی نظیر نہیں رکھتی؛ اسی وجہ سے اس کو دنیا کی جنت کہی جاتی ہے، یہاں کی آب وہوا، شجر وحجر، بحر وبر، چرند وپرند، خاک وزرات اپنی مثال نہیں رکھتی، اس کا کوئی ثانی نہیں؛ کیوں کہ یہاں کی اشیاء لاثانی ہے۔

اس کی سرزمین میں خدا کی لاتعداد نعمتوں کی پیداوار ہوتی ہے، مثلا : ہر قسم کا اناج یعنی گیہوں، زیتون، جو، چنا، مکئی، رائی، جوار وغیرہ، اسی طرح مختلف قسم کے میوے مثلا : سنترے، لیموں، انجیر، بادام، انار، کیلا، سیب، اخروٹ، بلوط، کھجور، آڑو، شفتالو، نیشکر وغیرہ، اسی طرح بہت سے خوشبودار جڑیں مثلا : سنبل الطیب، لونگ، صندلی، عود، زعفران، دال چینی، محلب، ادرک، زنجبیل، وغیرہ، اسی طرح کہربا، عنبر، قرمز، سونا، چاندی، قلتی، یاد اسی خطہ الٰہی سے حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح قیمتی نگینے مثلا، راج، طفل، موتی، مونگا، عمارت کے قیمتی پتھر وغیرہ اس طرح بہت سے حیوانات چرند وپرند کی پیداوار تھی، جگہ جگہ خوبصورت ابدار آبشارے چلتی، اترتی، چڑھتی، خاموش وہنگامہ خیز دریا اللہ کی قدرت کا نظارہ کراتیں ہیں، اور کھلے دل وزبان سے پکار کر کہتی ہیں۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

فتحِ اندلس

(اسباب وواقعات)

فتح اندلس کا سہرا طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے سر ہے، فتح سندھ کی طرح اس حسین وجمیل خطہ ءزمین پر بھی ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں قبضہ کیا گیا تھا۔

اسباب

جب کوئی معاشرہ گل سڑ جاتا ہے، اس کی عوام بدحالی کا شکار، درمیانی طبقہ پریشان حال اور اونچا طبقہ ظالم وعیاش ہو جاتا ہے، تو قانون فطرت حرکت میں آتی ہے کہ اس معاشرے میں انقلاب لانے کے لیے نچلا طبقہ باغی ہو جاتا ہے، یا اس پر کوئی بیرونی قوم مسلط ہوجاتی ہے، آٹھویں صدی کے آغاز میں اندلس کی بھی یہی حالت تھی، غلام تو تھے ہی غلام، مزارعین کی حالت بھی ان سے کسی طرح بہتر نہ تھی، زمین پر پوری محنت کے باوجود انہیں سکھ کی روٹی نصیب نہ تھی، اور نہ ہی زمین ان کی ضروریات پوری کرتی تھی، ان کی حالت بعض معاملات میں غلاموں سے بھی بدتر تھی، وہ اپنے بچوں کی شادی بھی امراء اور زمینداروں سے پوچھے بغیر نہ کر سکتے تھے، اور اگر جاگیر کے کسان کی شادی دوسری جاگیر کے کسی مزارع کی لڑکی سے ہوجاتی، تو اولاد دونوں جاگیرداروں میں تقسیم کردی جاتی، درمیانی طبقہ ٹیکس کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا، اور وہ معاشی طور پر دیوالیہ اور ذہنی طور پر پریشان ہوکر رہ گیا تھا، اونچا طبقہ جس پر ٹیکس معاف تھا، اور وہ زمین کا مالک تھا، دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھا، (۱) فوجی امراء (۲) اور پادری، عموماً معیاری زندگی اور مزارعین پر ظلم کرنے کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہ تھا، عیش وعشرت اور بداخلاقی میں بھی مذہبی امرا فوجی امرا سے کسی طرح کم نہ تھے، اس طرح معاشرے پر کسی بیرونی فوج کا حملہ کرنا قانون فطرت کے عین مطابق تھا، اور ہر حملہ آور سمجھتا ہے کہ ایسے ملک کو فتح کرنا کوئی مشکل کام نہیں، نیز مسلمانوں کا مقصد زندگی بھی اسی چیز کی متقاضی ہے کہ اللہ کے بندوں کو خدا کے علاوہ دوسروں کی

غلامی سے نجات دلائی جائے۔

اسی طرح مسلمانوں کے دور میں بھی قدرت کا انقلاب آیا؛ جب مسلمان نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر کرنا چھوڑ دی، عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے لگے، جفاکشی وسادگی کو بالائے طاق رکھدیا، خود پسندی وعنانیت کے دلدل میں پھنس گئے، تو وہی ہوا جو ہونا تھا، جو عین قدرت کے مطابق تھا، جس کو لکھنے میں قلم ودل دونوں تھّراتے ہیں۔

واقعات

مسلمانوں کے اندلس میں داخلے سے پہلے یہاں دو مذہب پہلے سے تھے۔عیسائی، یہود۔

اندلس کی فتح کا سبب یہ بنا کہ سبتہ کا حکمراں کاونٹ جولین جس نے دومرتبہ مسلمانوں کے حملے کو ناکام بنادیا تھا، کاونٹ جولین دارلحکومت سے واپس لوٹا تو خود موسیٰ بن نصیر کے پاس گیا، موسیٰ نے اس کو عزت وتکریم کی، جولین نے اندلس پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، موسیٰ نے غور وفکر کے لیے کچھ وقت مانگا اوراس دوران وقت کے خلیفہ وبااقتدار حکمراں ولید بن عبدالملک سے حملہ کی اجازت طلب کی، اس کے بعد کاونٹ جولین سے معاہدہ کیا گیا جولین سابقہ بادشاہ وٹیزا کا قریبی رشتہ دارتھا، اس لیے اس نے وٹیزا کے دوسرے رشتہ داروں کو بھی معاہدہ میں شامل کرلیا اوراندلس کی فتح کی اسکیم تیار کرلی گئی۔

حملہ کے سبب کی تفصیل یہ ہے:

اندلس میں رواج تھا کہ امراء کی لڑکیاں شاہی محل میں ملکہ کی خدمت گاروں کے ساتھ تعلیم وتربیت پاتی تھیں جولین کی لڑکی فلورنڈا بھی اس وقت کے بادشاہ راڈرک کے محل میں تھی، فلورانڈ بہت خوبصورت تھی؛ اسی وجہ سے راڈرک نیا خلاق واعتماد کے تمام تقاضوں کو نظرانداز کرکے؛ اس کی شیشہء عصمت کو زبردستی چور کردیا، اوراس سے ایسی چنگاری اٹھی جس سے نہ صرف لاڈرک کا تاج وتخت جل کر خاکستر ہوگیا بلکہ ملک میں ایسا انقلاب آیا کہ صدیوں کیلیے اس ملک کی تاریخ بدل گئی۔(تاریخ اندلس)

فلورنڈا نے اس بات کی اطلاع اپنے والد کو کردی، تو وہ اپنے دل میں (اپنی لڑکی کی دل

خراش اور پیر تلے زمین نکل جانے اور کلیجہ منھ کو لانے والی داستان سن کر) جذبات، خون میں ڈوبی ہوئی انتقام کو زہر کا گھونٹ سمجھ کر پی گیا اور جوش انتقام میں لاڈرک کو تاج وتخت سے محروم کرنے کا پختہ عزم کرلیا اس نیا دشاہ کے سامنے خون میں ڈوبے ہوئے جذبات کا اظہار نہ کیا ؛ کیوں کہ اس کو کچھ اور ہی کرنا تھا، اس نے بادشاہ سے صرف یہ درخواست کی کہ فلورانڈ کی ماں بستر مرگ پر ہے؛ اس لیے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔

راڈرک نے جولین کی بہت عزت افزائی کی اس کو بہت سیا عزازات سے نوازا، بربروں کے حملے کے بارے میں اس سے مشورے کیے، یہ نہیں جان رہا تھا کہ اب یہ حملہ مسلمانوں کے خلاف نہیں بلکہ خود اسی کے خلاف ہونے والا ہے کیوں کہ اس منحوس نیا پنی اس نازیبا حرکت کی وجہ سے اپنے ملک کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا بلکہ اس کو ہلاکت نہ کہیے رحمت ہی کہیے؛ کیوں کہ اس کی رعایا اس کے ظلم وستم سے تنگ آ چکے تھے، بہرحال اس کے کہنے کے مطابق ملک کی منتخب فوج جولین کے ہمراہ بھیج دی اور رخصت کرتے وقت راڈرک نے اس سے فرمائش کی کہ شکار کے لیے عمدہ باز بھیجے جائیں، جولین نے اس بات کے جواب میں کہا اس مرتبہ میں ایسے باز بھیجوں گا کہ آپ نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے ہوں گے اشارہ تھا اس کے ملک پر حملہ کرنے کا۔

حملے کی تیاری

بہرحال جب جولین وہاں سے اپنے اندر انتقام کی آگ بھڑکائے ہوئے (ایک غیرت مند باپ کے اندر ہونا بھی چاہیے) موسی کے پاس گیا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے فتح اندلس کی لگام وباگ ڈور اسلام کے سپوت، وامت مسلمہ کے جیالے اور ہر فردِ بشر کے غمگسار موسی بن نصیر اور طارق بن زیاد کے سپرد کیا۔

خلیفہ بن ولید بن عبدالملک نے احتیاط سے اقدام کرنے کی ہدایت کی تھی؛ اسی لیے موسی بن نصر نے پہلے صرف پانچ سوسواروں پر مشتمل ایک چھاپہ مار دستہ تیار کیا اور اپنے ایک بربر غلام طریف کو اس کا سربراہ بنا کر اسپین کے ساحل پر چھاپہ مارنے کے لیے روانہ کیا، یہ دستہ جولائی ۹۱ھ میں الخضر اء پر حملہ آور ہوا اور فتح منداور کامران واپس لوٹا؛ اس حملہ سے اسپین کی داخلی کمزوری

فوجیوں کی بزدلی اور نظام عسکری کی خامیوں کا پتہ چل گیا اور کاونٹ جولین کے خلوص کی بھی تصدیق ہوگئی۔

طارق بن زیاد کا حملہ

موسی بن نصیر نے اس کے بعد سات ہزار سواروں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا، جس کی قیادت اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کے حوالے کی، یہ لشکر جولائی کو اس جگہ پر پہنچا جسے جبل طارق کہا جاتا ہے، کاونٹ جولین اس کے ساتھ اندلس پہنچنے کے لیے بحری بیڑا اس نے مہیا کیا تھا ؛ کیوں کہ وہ خود ایک بہت بڑا سپہ سالار تھا، کئی بار وہ مسلمانوں کے حملوں کو خود سینہ سپر ہوکر دور کیا ؛اسی وجہ سے وہ اندلس کے ہر راستہ سے واقف تھا، بہر حال طارق نے ساحل اندلس پر اترتے ہی ان جہازوں کو آگ لگادی؛ جن پر سوار ہوکر وہ شمالی افریقہ سے یہاں آئے تھے، یہ گویا اعلان تھا کہ اب مرنا جینا اس سرزمین میں ہے، اور واپس بھاگنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

طارق بن زیاد کا لشکر سات ہزار مسلمانوں پر مشتمل تھا، انہیں طنجہ سے اندلس پہنچانے کے لیے چار بڑی کشتیاں استعمال کی گئیں، جنہیں ساحل پر جلا دیا گیا۔

روایت میں ہے کہ کشتی میں طارق بن زیاد کی آنکھ لگ گئی، خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی، انہوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین اور بعض دوسرے صحابہ تلواروں اور تیروں سےمسلح سمندر پر چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، جب آپ ؟ طارق بن زیاد کے پاس سے گزرے، تو آپ نے فرمایا طارق بڑھتے چلے جاو !اس کے بعد طارق نیدیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ اندلس میں داخل ہوگئے، اتنے میں طارق کی آنکھ کھل گئی، اور وہ بے حد مسرور تھے، انہیں فتح اندلس کی بشارت مل چکی تھی، اور بشارت کو اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور مجاہدین کے حوصلوں کو مہمیز لگائی جو ایک سچا و پکا، مرد مجاہد و جانباز کر سکتا تھا جس کو تاریخ نے حرف جلی سے لکھا اور اندلس کی فتح کی سنہری تاریخ رقم ہوگئی، یعنی کشتیاں نظر آتش کر دیں، جو بعد کے متعصبین، مشترقین اور مورخین کے گلے سے نیچے نہ اتری اور اپنی تاریخ میں غلط بیانی سے گریز نہ کیا۔

بہر حال اسی واقعہ کو علامہ اقبال نے اپنے مشہور قطعے میں یوں پرویا ہے:

طارق چو برکنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا ست

ترجمہ: طارق نجب اندلس کیساحل پر اپنی کشتی جلائی تو لوگوں نے کہا : عقل کی نگاہ میں تمہارا یہ عمل بڑی غلطی ہے۔

دوریم از سواد وطن باز چوں رستیم؟
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست۔

ترجمہ : ہم لوگ اپنے وطن کی سرزمین سے دور ہیں، اب وطن کیسے پہنچیں گے؟ اسباب کو ترک کرنا تو شریعت کی رو سے بھی جائز نہیں۔

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد وگفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

ترجمہ: طارق جواب میں مسکرایا، اور اپنا ہاتھ تلوار تک لے جا کر بولا ہر ملک ہمارا ہے؛ اس لیے کہ وہ ہمارے خدا کا مالک ہے۔

طارق اپنے لشکر کے ساتھ جبل طارق کے ساحل پر اترا اور وہاں سے جزیرہ الخضراء کی ساحلی پٹی تک موثر مزاحمت کے بغیر فتح کر لیا؛ لیکن اس کے بعد راڈرک نے اپنے مشہور سپہ سالار تدمیر کے ساتھ ایک بڑا لشکر طارق کے مقابلے میں بھیجا؛ لیکن خدا کا جلایا ہوا چراغ بجھایا نہیں جا سکتا، ہر حملے اور ہر لڑائی میں انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا، تدمیر مسلسل شکست کھانے کے بعد اس نیا پنے بادشاہ کو لکھا : آپ نے میرا جس قوم سے مقابلہ کرایا ہے نہ جانے کہاں سے آئی ہے، آسمان سے ٹپکی ہے یا زمین سے ابلی ہے، اب اس کا مقابلہ ممکن نہیں، آپ بذات خود ایک لشکر جرار لے کر اس کی مزاحمت کریں تو ممکن ہے، راڈرک نے اپنے سپہ سالار کا پیغام سن کر ستر ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، اور طارق کے مقابلہ کے لیے روانہ کر دیا۔

دوسری طرف موسی بن نصیر نے بھی طارق بن زیاد کی مدد کے لیے پانچ ہزار سپاہیوں کی کمک روانہ کی جس کے پہنچنے کے بعد طارق بن زیاد کا لشکر بارہ ہزار ہو گیا؛ لیکن یہ تعداد بھی دشمن

کے مقابلے میں بہت تھوڑی سی تھی؛لیکن ایمان والے افراد وتعداد پر نظر نہیں رکھتیبلکہ اللہ کی نصرت ومدد پرنظر رکھتے ہیں اور کَمۡ مِنۡ فِئَةٍ قَلِیۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِیۡرَةً بِاِذۡنِ اللّٰه کا مصداق بنتے ہیں، وادی ملکہ کے مقام پر یہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، مسلمانوں کا دل اس وقت لرزہ براندام تھا جو فطرت بشری کے مطابق تھا؛لیکن طارق نے وہ تاریخی خطبہ دیا جو آج بھی عربی ادب کا ایک بہترین خطبہ ہے، جس کا ایک ایک لفظ ایمان کی حرارت نیز شوق وجنون کو بڑھاتا ہے اور اللہ کی نصرت ومدد کی آمد کا کامل یقین عطا کرتا ہے، اور طارق کے عزم، حوصلہ اور سرفروشی کے جذبات کا اندازہ لگاتا ہے، اس خطبہ کو آپ بھی پڑھیئے، اپنے ایمان کو پختہ کیجئے !اور ہر آن، ہر وقت، اور ہر کام میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کیجئے !لوگو !تمہارے لیے بھاگنے کی جگہ ہی کہاں ہے؟ تمہارے پیچھے سمندر ہے، اور آگے دشمن، لہذا خدا کی قسم تمہارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کئے ہوئے عہد میں سچے اترو، اور صبر سے کام لو، یاد رکھو کہ اس جزیرے میں تم ان یتیموں سے زیادہ بے آسرا ہو جو کسی کنجوس کے دسترخوان پر بیٹھے ہوں۔ دشمن تمہارے مقابلے کے لیے اپنا پورا لاؤلشکر اور اسلحہ لے کر آیا ہے، اس کے پاس وافر مقدار میں غذائی سامان بھی ہے، اور تمہارے لیے تمہاری تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، تمہارے پاس کوئی غذائی سامان اس کے سوا نہیں کہ جو تم اپنے دشمن سے چھین کر حاصل کرسکو، اگر زیادہ وقت اس حالت میں گذر گیا کہ تم فقروفاقہ کی حالت میں رہے اور کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کرسکے، تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور ابھی تک تمہارا جو رعب دلوں پر چھایا ہوا ہے، اس کے بدلے دشمنوں کے دلوں میں تمہارے خلاف جرأت وجسارت پیدا ہو جائے گی، لہذا اس برے انجام کو اپنے آپ سے دور کرنے کے لیے ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ تم پوری ثابت قدمی سے اس سرکش بادشاہ کا مقابلہ کرو، جو اس کےمحفوظ شہر نے تمہارے سامنے لاکر ڈال دیا ہے، اگر تم اپنے آپ کو موت کے لیے تیار کرلو، تو اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانا ممکن ہے، اور میں نے تمہیں کسی ایسے انجام سے نہیں ڈرایا جس سے میں خود بچا ہوا ہوں۔ میں تمہیں کسی ایسے کام پر آمادہ کر رہا ہوں، جس میں سب سے سستی پونجی انسان کی جان ہوتی ہے، اور جس کا آغاز میں خود اپنے آپ سے نہ کر رہا ہوں، یاد رکھو، اگر آج کی مشقت پر تم نے صبر کرلیا، تو طویل مدت تک لذت

وراحت سیلطف اندوز ہوگے، اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت تمہارے ساتھ ہے، تمہارا یہ عمل دنیا وآخرت دونوں میں تمہاری یادگار رہنے گا، اور یادرکھو ! کہ جس بات کی دعوت میں تمہیں دے رہا ہوں اس پر پہلا لبیک کہنے والا میں خود ہوں، جب دونوں لشکر ٹکرائیں گے تو میرا عزم یہ ہے کہ میرا حملہ اس قوم کے سرکش ترین فرد راڈرک پر ہوگا، اوران شاء اللہ میں اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا، تم میرے ساتھ حملہ کرو، اگر میں راڈرک کی ہلاکت کے بعد ہلاک ہوا، تو راڈرک کے فرض سے تمہیں سبکدوش کر چکا ہوں گا، اورتم میں ایسے بہادر اور ذی عقل افراد کی کمی نہیں جن کو تم اپنی سربراہی سونپ سکو، اوراگر میں راڈرک تک پہنچنے سے پہلے ہی کام آ گیا، تو میرے اس عزم کی تکمیل میں میری نیابت کرنا تمہارا فرض ہوگا، تم سب مل کر اسی پر حملہ جاری رکھنا، اور پورے جزیرے کا غم کھانے کے بجائے اس ایک شخص کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لینا تمہارے لئے کافی ہوگا؛ کیوں کہ دشمن اس کیبعد ہمت ہار بیٹھے گا؛ جہاں اس تقریر میں دل دوزی ودل سوزی اورشوق شہادت سے بھرے ہوئے الفاظ ہیں، وہی حکمت عملی اوراسلوب میدان کارزار کی شاہکار مثال ہے۔

اندلس پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے

یہ بات قابل گورر ہے کہ اندلس پر طارق اورموسی سے پہلے متعدد مسلمانوں کی طرف حملے سے ہوئے؛ لیکن اللہ کو اس ملک کی فتح کی چابی ان دوحضرات کے ذمہ میں دینی تھی، اس ملک پر حملہ کی ابتداء اس وقت سے شروع ہوئی،

جب اسلام کا آفتاب اقبال عرب کی گھاٹی سے نکلا اوراس کی کرنوں سے عرب کے آس پاس کی ساسانی وردی، حکومتوں کے جاہ وجلال کے ستاروں کی روشنی جھلملانے لگی، دوسمتوں کی دو گھنگھور گھٹاوں نے نور کی ان کرنوں کو ماند کرنا چاہا؛ مگر وعدہ ربانی کو پورا ہونا تھا؛ اس لیے ان کرنوں کی روشنی پھیلی اور پھیلتی گئی، ایران کا غبار آلود مطلع صاف ہوگیا اور وادی نیل کی فضا رومی گرد وغبار سے پاک ہوگئی، تخت کسری کیا لٹتے ہی ایرانی قوت کا خاتمہ ہوگیا مگر رومی سلطنت کی سطوت کچھ دنوں اپنے قدم جمائے رہی۔

روم وعرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ ھ میں پیش آیا، جب کہ اسلام کے قاصد حضرت

دحیہ کلبیؓ کو غسان کے عیسائیوں نے شہید کیا، پھر حارث بن عمرؓ دوسرے قاصد، رومی حکومت کی حدود میں شہید کیے گئے، ان شہداء کے انتقام میں ھ میں غزوہ موتہ پیش آیا، پھر رومی حملے کی خبر سن کر آں حضرت ؟ تبوک تشریف لے گئے، پھر شام کا صوبہ عربوں کے زیرنگیں ہوا، پھر اس کے ہمسایہ صوبہ پر اسلامی پرچم لہرایا۔

اس کے بعد رومی سلطنت کی سطوت نے مصر سے نکل کر افریقہ میں اپنے قدم جما لیے، حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت میں مصر کے والی عمرو بن العاصؓ نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کی سمت بھیجا، وہ شمالی افریقہ کی چوکیوں رذیلہ اور برقہ کو اسلامی حدود حکومت میں لے آئے اور آگے بڑھ کر طرابلس پر حملہ کیا، اس کے بعد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے والی بنائے گئے، انہوں نے عہد عثمانی میں رومی حاکم افریقہ سے بطریق جرجیر سے مقابلہ کیا، وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ میدان میں آیا اور قتل کیا گیا طرابلس سے طنجہ تک کا علاقہ جرجیر کے زیر حکومت تھا، اس لیے قدرتاً اس پورے علاقہ کو زیرنگیں کر کے اسلامی حدود حکومت میں داخل کر لینا اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہو گیا، اور اس خدمت کو خود عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اوران کے جانشیں والی افریقہ معاویہ بن خدیج کندی عقبہ بن نافع فہری ابوالمہاد مسلمہ بن مخلد انصاری، زہیر بن قیس بلوی اور احسان بن نعمان ازدی نے پورا کیا، پھر موسی بن نصیر کی ولایت افریقہ کا دور آیا اس نیمغرب اقصی میں فتوحات حاصل کر کے پورے شمالی افریقہ ومغرب کو اسلامی پرچم کے زیرنگیں کر لیا، خلافت راشدہ کے بعد اموی سلطنت کا دور شروع اور وہی اموی خلفاء افریقہ ومغرب کے حکمران رہے اور ان ہی سے آگے چل کر اندلس کی حکومت کا رشتہ قائم ہوا۔

اسی زمانہ میں جب شام ومصر کے زرخیز صوبے رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے تو رومیوں نے ان کی بازیافت کی کوشش کی اور ھ میں منوبل کی سرکردگی میں روم کے جنگی بیڑے اسکندریہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے۔ اسی کے جواب میں خشکی کی راہ سے افریقہ پر فوج کشی ہوئی اور رفتہ رفتہ افریقہ ومغرب زیرنگیں ہوئے، دوسری طرف شام کیوالی نے بحری جنگ کی اجازت بارگاہ خلافت سے حاصل کر لی اور ھ میں جزیرہ قبرص کو باج گزار بنایا گیا، ھ میں رومی حکومت نے چھ سو جہازوں کے بیڑے سے حملہ کیا؛ مگر ناکام واپسی عمل میں آئی، یہ حملے صقلیہ کے بندرگاہ سےہوئے

تھے، ھ میں اس جزیرہ پر عربوں کی فوج اتری، ادھر صقلیہ کی یہ جنگیں جاری رہیں، تو ادھر طنجہ تک مسلمانوں کے قدم پہنچ جانے سے اندلس کا سرسبز وزرخیز ساحل نظر آنے لگا، اب یہ لڑائیاں روم وعرب کے بجائے اسلام اور عیسائیت کی قرار پا چکی تھیں، ان میں سے ہر ایک حریف کو دوسرے حریف کا مورچہ جہاں نظر آیا، تو دوسرے حریف کے کیمپ میں ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دینے لگی اور مسلمانوں کے حملہ آور قافلے اندلس کی سرزمین پر بھی اپنی آپ دار تلوار کے جوہر دکھانے لگے۔

یہ اندلس تک اسلام کی پرچم کشائی کا مختصر سا خاکہ تھا۔

اندلس پر پہلا اسلامی حملہ

اندلس کی زرخیز وسرسبز زمین پر شتربان، عربوں نے سمندر کی تلاطم خیز موجوں سے کھیلتے ہوئے، پہلی مرتبہ عہد عثمانی میں قدم رکھا، یہ حملہ ھ میں کیا گیا، حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن نافع بن حصینؓ اور حضرت عبداللہ بن نافع بن عبدالقیسؓ کو افریقہ کی راہ سے اندلس پر چڑھائی کرنے کیلیے بھیجا، یہ لوگ بحری راستے سے اندلس پر حملہ آور ہوئے، حضرت عثمانؓ نے انہیں لکھا کہ قسطنطنیہ اندلس کی راہ سے آسانی سے فتح کیا جا سکتا ہے تم لوگ اس سعادت کو حاصل کر کے اس اجر مستحق ہو سکتے ہو جس کی بشارت رسول اللہ ? نے دی تھی۔

یہ مجاہدین بربری لشکروں کے ساتھ اندلس پر حملہ آور ہوئے تھے، اور اس کے بعض شہروں پر قابض رہے، افریقہ کے بربروں سے انہیں ہر قسم کی مدد ملتی رہی؛ لیکن سوچا ہوا ہوتا نہیں، اور لیکن جب ابتداءً بربری قبائل مرتد ہو گئے، تو پھر اندلس اور افریقہ کی راہ منقطع ہو گئی اور جو مجاہدین اندلس میں موجود تھے، وہ وہیں کے وہیں رہ گئے اور ان کے تعلقات کا سلسلہ اسلامی حکومت سے منقطع ہو گیا۔

اندلس پر دوسرا اسلامی حملہ

اندلس پر مسلمانوں کا دوسرا حملہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں اس وقت کیا گیا تھا جب

حضرت معاویہ بن خدیج افریقہ کے والی تھے؛ لیکن اس حملے کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

اندلس پر تیسرا اسلامی حملہ

یہ حملہ اس وقت ہوا جب عقبہ بن نافعؒ کو یزید بن معاویہ نے افریقہ کی ولایت پر دوبارہ بھیجا تھا، نافع پیش قدمی کر کے طنجہ تک پہنچے، کاونٹ جولین (جس نے آگے چل کر اندلس کے معاملات میں غیر معمولی اہمیت حاصل کی) ان دنوں یہاں کا حکمران تھا، اس نے عقبہ کی اطاعت قبول کی، اس کیبعد عقبہ نے جولین سے اندلس کی طرف بڑھنے کا مشورہ کیا، یہ اس کو شاق گزرا تو انہوں نے اس سے بربروں کے متعلق پوچھا، اس نے کہا وہ عیسائی نہیں ہیں کفار ہیں، ان کی تعداد کا علم خدا ہی کو ہے، چنانچہ عقبہ اس موقع پر جولین کے مشورہ کے مطابق طنجہ سے اندلس کی طرف بڑھنے کے بجائے مغرب کی سمت سوس کی طرف نکل گئے۔

بہرحال یہ ابتدائی حملے نہ فتح کے لیے کیے گئے تھے، اور نہ ان کا کوئی پائیدار اثر باقی رکھنا مقصود تھا؛ اس لیے اندلس پر حقیقی اسلامی حملہ کو قرار دیا جاسکتا ہے، جو اندلس کی فتح کی نیت سے مشہور فاتح طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں کیا گیا۔

اسی زمانہ میں شمالی افریقہ میں خلافت امویہ دمشق کی سیادت میں موسیٰ بن نصیر جیسا بیدار مغز والی حکمراں تھا جب جولین نے اسلامی حکومت کی اطاعت کا اظہار کیا اور اندلس پر حملہ آوری کی دعوت دی، طارق نے اس معاملہ کو موسیٰ کی طرف بڑھا دیا، چنانچہ جولین نے موسیٰ کو اپنی اطاعت قبول کرنے کی اطلاع اور سبعہ آنے کی دعوت دی تو موسیٰ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ۹۰ھ میں خود قیروان سے سبعہ آیا جولین نے موسیٰ سے خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اندلس کی زرخیزی وشادابی، میووں اور زرعی فصلوں کی بہتات، دریاؤں کی کثرت، پانی کی شیرینی اور سیاسی حالات کے سلسلہ میں یہاں کے باشندوں کے باہمی اختلافات اور ایک غیر شاہی خاندان کے قائد کے برسر اقتدار آجانے کی تفصیلات بیان کی اور اس مہم میں اپنی طرف سے ہر قسم کی امداد دینے کا یقین دلایا۔

موسیٰ نے اس دعوت کو غور سے سنا مگر اس کو قبول کر لینے سے پہلے جولین کو پورے طور پر

آزمالینا چاہا، چناں چہ اس نے جولین سے کہا پہلے خود کسی مختصر لشکر سے حکومت اندلس سے چھیڑ چھاڑ کرے، تاکہ اس کے اور حکومت اندلس کے تعلقات کھلے طور پر خراب ہو جائیں اور آئندہ اس کیا انحراف کا موقع باقی نہ رہ جائے، جولین نے اس تجویز کو خوشی سے قبول کیا اور کیوں نہ قبول کرتا؛ کیوں کہ وہ انتقام کی آگ میں بھڑک رہا تھا، لہذا اور جاں فشانی کیساتھ آگے بڑھا اور موسی کو اپنی امانت داری کا ثبوت دیا، پھر موسی نے ولید بن عبدالملک کی اجازت سے حملہ کی تیاری شروع کردی۔

موسی کا سب سے پہلا حملہ اور طریف کی مہم

چناں چہ موسی نے ایک مختصر دستہ اپنے مولی طریف بن مالک نخعی کی سرکردگی میں بھیجا، یہ لوگ چار کشتیوں پر سوار ہو کر جنوب مغرب اندلس کے ایک شہر میں جا کر اترے جس کا نام جزیرہ طریف پڑا اور کامیاب وکامران ہو کر ماہِ رمضان ھ میں بخیر واپس آ گئے۔

بڑے حملہ کی تیاری

طریف کی مہم کی کامیابی سے مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح بیدار ہو گئی اور فتح اندلس کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے لگا، چناں چہ موسی نے اندلس پر حملہ آور ہونے کا اعلان کر دیا اور لوگ خوشی سے اس غزوہ میں شریک ہونے لگے، اور ایک عظیم الشان لشکر جرار تیار ہو گیا، جس کی قیادت باگ ڈور اسلام کے مرد مجاہد طارق بن زیاد کو دی گئی، یہی قائد آگے چل کر اسلامی مما لک کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اندلس کو اسلامی خطے میں شامل کرتے ہوئے فاتح اندلس بن گیا۔

(افریقہ کے آزاد بربروں کی یورش)

اسی زمانہ میں جب افریقہ میں اندلس کے حملہ کی تیاریوں کا غلغلہ بلند تھا، افریقہ کے چند آزاد جنگ جو قبائل کے حوصلے بڑھ گئے، انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اندلس کو تاخت وتاراج کر کے جو کچھ بھی ہاتھ آ سکتا تھا سمیٹ لیا، یہ افریقہ کے نیم وحشی بربری قبیلے تھے، جو ایک ہزار کی تعداد میں اکھٹا ہو گئے تھے، انہوں نے کھلے عام قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا اور

کلیساؤں اور گرجا گھروں کو آگ لگا دی جس سے وہاں کے لوگوں میں دہشت وخوف پھیل گیا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اب مسلمانوں کے لیے آگے کا راستہ ہموار نظر آنے لگا، طارق ہر علاقہ فتح کرتے ہوئے اندلس کی دارالحکومت قرطبہ تک پہنچ گیا، اب مقابلہ طارق اور اندلس کی بادشاہت کا تھا وہ یا آخری صبح وہی آخری دن تھا، اندلس کا بادشاہ راڈرک مکمل تیاری کر چکا تھا، ایک لاکھ سیاہ گھوڑوں اور قیمتی اسلحہ سے آراستہ تھا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، ادھر طارق کو بھی موسیٰ کی طرف سے کمک پہنچ چکی تھی، وہ بارہ ہزار مجاہدین تھے، راڈرک نے میدان جنگ میں فوج کی صفیں درست کیں، اس نے میمنہ ومیسرہ پر ان ماہر شہسوار شہزادوں کو رکھا اور قلب کی فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی، وہ خود بڑی شان وشوکت سے قلب فوج میں دو گھوروں کے تخت رواں پر سوار، موتی، یاقوت، اور زبرجد سے مرصع چیز شاہی کے زیر سایہ قیمتی لعل وجواہر سے مزین لباس میں ملبوس تھا، جلو میں مسلح پاسبان اور زرق برق لباسوں اور خیرہ کن ہتھیاروں سے آراستہ جاگیردار اور امراء صف آراء تھے۔

ادھر طارق اپنے ہمراہیوں کیساتھ آ گیا گیتھا، اسلامی لشکر زریں پہنے، سفید عمامے باندھے، ہاتھوں میں عربی کمانیں لیے کمروں میں تلواریں لٹکائے اور بغلوں میں نیزے دبائے نظر آئے۔

حملہ کی ابتداء اسپینی لشکر کی طرف سے ہوئی، مسلمان بھی مقابلے کیلیے آگے بڑھے اور جلد یہ گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، دونوں فوجوں کی مادی وروحانی حیثیتوں میں بڑا فرق تھا، ایک طرف ایک لاکھ انسانوں کا جنگل تھا، جو ہر طرح کے اسلحے سے آراستہ وپیراستہ تھا، ملک کے نامور سے نامور قائدو جاگیردار اپنی اپنی فوجوں کے سرخیل بن کر میدان میں موجود تھے، اپنی سرزمین تھی؛ لیکن امراء اور جاگیرداروں کا بھی ایک بڑا طبقہ اپنے بادشاہ سےخوش نہ تھا، کیوں کہ اسپین کا شہنشاہ غاصب سلطنت تھا۔

دوسری طرف صرف بارہ ہزار پردیسی تھے، جو نہ اچھے اور قیمتی اسلحہ رکھتے تھے، نہ ان کے پاس سواری کیلیے زیادہ گھوڑے تھے، انہیں اپنے دشمنوں سے چھین کر اپنے لیے دوسرے وقت کی خوراک مہیا کرنی تھی، مقام اجنبی اور راستے نامعلوم تھے، وہ فیصلہ کن جنگ کے عزم کیساتھ اپنی

کشتیاں جلا چکے تھے، اب انہیں انسانوں کے اسی جنگل کو کاٹ کر اپنا راستہ بنانا تھا؛ اسی لیے وہ ہمت واستقلال سے اس عزم کے ساتھ آہنی دیوار بن کر اس میدان میں کھڑے تھے کہ یا تو وہ اس جزیرہ کے مالک بن کر رہیں گے یا ان میں کا ہر فرد جام شہادت نوش کر کے اسی زمین کی خاک پر ہمشہ کے لیے سو جائے گا، اس لیے جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو یہ بارہ ہزار سر بکف مجاہدین ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج پر بھاری ہوئے، عیسائی لشکر کے دائیں بائیں بازو پر زور کا حملہ ہوا اور کماندار شہزادے پسپا ہونے شروع ہوئے، یہاں تک کہ دونوں بازو کمزور ہو گئے اور پھر گاتھ شہزادے اپنے گھوڑے بڑھاتے ہوئے طارق سے آ ملے، ان شہزادوں کا علیحدہ ہونا تھا کہ میمنہ ومیسرہ کے سپاہیوں کے پاوں اکھڑ گئے اور پھر ان کے پیچھے کے سپاہیوں سے اگلی صفوں کو خالی اور اپنے سر داروں کو موجود نہ پا کر لڑنے سے انکار کر دیا۔

فیصلہ کن حملہ

اب وہ وقت آ چکا تھا کہ اندلس کی سرزمین پر اسلام کا پرچم لہرنے والا تھا اور لا الہ الا اللہ کی صدا گونجنے والی تھی، اس جنگ کا فیصلہ طارق کی فیصلہ کن تلوار سے ہوا، وہ اپنا گھوڑا بڑھاتے ہوئے فوج کے قلب میں جا گھسا، مجاہدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی، اس حملہ سے قلب کے لشکر میں ابتری پھیل گئی، اور راڈرک کے سامنےکے مسلح گارڈ نے جگہ خالی کر دی، اب راڈرک کا تخت رواں مسلمانوں کے سامنے تھا، طارق راڈرک کو دیکھتے ہی للکار کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ عیسائیوں کا بادشاہ یہی ہے، طارق تخت رواں تک پہنچا تھا کہ راڈرک اس تیزی سے فرار ہوا کہ مسلمان تعاقب کرنے کے باوجود اس کو نہ پا سکے، کچھ دور جا کر دریا کے کنارے اس کا سفید گھوڑا جس پر یاقوت وزبرجد سے مرصع ساز کسا ہوا تھا، دلدل میں پھنسا ہوا ملا، وہیں پر اس کے ایک پاوں کا سنہرا موزہ بھی پھنسا ہوا تھا، جس میں زبرجد، یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے تھے، نیز ایک زرساز ہوتا تھا جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا، اس کے پاس گرا ہوا تھا، راڈرک کا اس کے بعد کیا ہوا؟ ان نشانیوں سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دریا نے کی لہروں نیا اس کو اپنی آغوش میں لے لیا، یا خشکی نے اس کو اچک لیا؟ اس کے آخری انجام سے تاریخ کے صفحات خاموش ہیں، لہذا آگے

میرا قلم لکھنے سے قاصر ہے۔(ابن اثیر: جص، عنایت اللہ التمش، تاریخ اندلس)

نتیجہ

راڈرک کے فرار ہوتے ہی لڑائی کا میدان خالی ہوگیا، مقتولین کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں، تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، عیسائی مقتولین کی تعداد بے شمار تھی اسلامی فتح کی خبر بجلی کی مانند سارے اندلس میں پھیل گئی، اور اسلام کا پرچم پورے اندلس کی سرزمین پر لہلہانے لگا۔
(ابن اثیر: جص، عنایت اللہ التمش، تاریخ اندلس)

فاتح اندلس طارق بن زیاد کون تھے؟

طارق نسلا بربری، افریقہ کا باشندہ اور موسی بن نصیر کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے، فوجی خدمات پر مامور تھے، اور بنوامیہ کے جرنیل تھے، انہوں نے ء میں ہسپانیہ (اسپین) کی مسیحی حکومت پر قبضہ کر کے یورپ میں مسلم اقتدار کا آغاز کیا، وہ ہسپانوی تاریخ میں Taricel) Tue Rto); کے نام سے جانے جاتے ہیں، انہیں اسپین کی تاریخ کے اہم ترین عسکری رہنماؤں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، موسی بن نصیر نے ہسپانیہ میں وزیگوتھ بادشاہ کے مظالم سے تنگ عوام کیمطالبے پر طارق کو ہسپانیہ پر چڑھائی کا حکم دیا تھا۔

پیدائش

طارق بن زیاد: ء ھ میں الجزائر کیمغربی صوبے وہران میں پیدا ہوئے، زندگی کے بہاریں دیکھنے کے بعد ۰ ء ھ میں وفات پاگئے۔

طارق بن زیاد کا اختتام بھی پراسراریت کے پردوں میں دبا ہوا ہے، اس سلسلے میں بہت سی روایتوں نے افسانی صورت اختیار کر لی اور تاریخ کی کتابوں کی ورق کی زینت بن گئی، اور مشہور یہی ہے کہ جس کو مفتی تقی عثمانی عنایت اللہ التمس ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے۔

فتح کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک نے طارق اور موسی کو معزول کر دیا اور وہ دونوں دشمن واپس لوٹ آئے کئی برس تک محبوس رہے۔

زندگی کی آخری ایام طارق نے کسمپرسی میں گزرا ے۔

طارق نے اندلس کیساحل پر اپنی بحری بیڑوں کو آگ لگا دی بہرحال یہ روایتیں صرف مشہور ہیں اس کی حقیقت سے سارے مورخ نہ آشنا ہیں۔

اندلس میں چندروز : تاریخ اندلس : فاتح اندلس۔

فاتح اندلس موسی بن نصیر

پیدائش : یمن ۰۰ھ

وفات : دمشق،

موسی بن نصیر افریقہ کے عظیم اموی گورنر اور سپہ سالار تھے، موسی بن نصیر کا آبائی خاندان مسیحی تھا، اور عین التمر میں مقیم تھا، خالد بن ولیدؓ نے جب اس شہر کو فتح کیا، تو ان کے والد کو مدینہ بھیج دیا، قبول اسلام کے بعد عبدالعزیز بن مروان نے آزاد کر کے دوست بنالیا، آپ کی تعلیم وتربیت اسی ماحول میں ہوئی جس میں عمر بن عبدالعزیز مجدد الف اول پرورش پا رہے تھے۔

عبدالملک نیموسی کو بصرہ میں خراج وصول کرنے کا افسر مقرر کیا ؛لیکن آپ پر بددیانتی کا الزام لگا؛ لیکن آپ مربی عبدالعزیز کی سفارش سیبچ گئے، اور اپنے پاس مصر میں بلالیا، پھر امانت وبہادری کی وجہ سے آپ کو افریقہ کا گورنر بنادیا۔

فتح اندلس کے منصوبے بنانے اور عسکری کمک پہنچانے میں مکمل کردار ادا کیا اور اندلس کے بہت سے شہروں کو خود جا کر فتح کیا۔

انجام

ان کو بھی فتح اندلس کیبعد دمشق بلالیا گیا اور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کئی لاکھ جرمانہ عائد کردیا جس کے نتیجہ میں ان کیآخری زندگی کے لمحات کسمپرسی میں گزری۔

وفات

موسیٰ ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنیجا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وادی القری میں بیمار پڑ گئے، انہوں نے قافلے والوں کوسنا کہ اپنی وفات سیا یک دن پہلے کہا،کل ایک ایسا شخص اس دنیا سے کوچ کرے گا جس کا نام اور کارنامہ مشرق ومغرب میں گونج رہا ہے، یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی، اوراس دنیا کوالوداع کہا موسیٰ اکابر صحابہؓ کی صحبت کے فیض یافتہ تھے، زہد کا فیض اٹھائے ہوئے تھے، زیدوورع اور فضل وکمال سے متصف تھے، حدیث کی روایت کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلاشبہ آج بھی ان کے کارناموں کومشرق ومغرب کی تاریخ کے صفحات میں نمایاں امتیاز حاصل ہے۔(ابن اثیر: ص،نفع الطیب:)

اندلس میں مسلمانوں کاعروج

اندلس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے یہاں آٹھ سو سال تک حکومت کی، جس کے دوران انہوں نےعلم ودانش اورتہذیب وتمدن کے منفرد چراغ روشن کیے،اوراس خطےکودنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ بنایا، بینظیر اور بے مثال مدارس ومساجد وقلعہ تعمیر کیے، فلک سماں منارے آبشارے ومحلات کوازسرے نو وجود بخشا، جمود دریا کو روانگی وطغیانی کی سمت دکھائی، پس مردہ درختوں کوازسرے نو حیات بخشی، بنجرزمینوں کوگل گلزار بنایا،غفلت میں ڈوبی ہوئی قوم کوسوئے حرم کا راستہ دکھلایا، شاہ راہ، مسافر خانہ، اورعبور دریا کے سمت متعین کیے،شہرشہر،قریہ قریہ، آباد کیے، مصنوعی کارخانے قائم کیے،لیکن یہ درخشاں سلسلے، اور ایمان کی باد بہاری آٹھ سوسال تک ہی چل سکی، اس کے بعد وہی ہوا جوخدا کومنظور تھا اور جوتقدیر میں لکھا جاچکا تھا،جس کولکھنے میں دل کانپتا ہے، ہاتھ لزرتا ہے آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں۔

غرناطہ

یہی وہ جگہ ہے جہاں کا چپہ چپہ آٹھ سوسال تک تکبیر کی صداوں سے گونجتا رہا، جہاں کا شاید

کوئی قطعہء زمین ایسا نہ ہو جس میں مسلمانوں کے سجدوں کے نشان ثبت نہ ہوئے ہوں۔

غرناطہ ہسپانیہ کے جنوب میں ایک تاریخی شہر کا نام ہے، اس کی شہرت کی وجہ یہاں مسلمانوں کے دور کا محل الحمرا ہے جس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

غرناطہ کے ساتھ ہی اسپین کا سب سے اونچا پہاڑ ملحسن واقع ہے، غرناطہ ایک خوبصورت شہر ہے، اس کی خوبصورتی کو ایک جدید ہسپانی شاعر اقاذہ نے یوں بیان کیا ہے۔

اے عورت اس کو کچھ دے دے۔

دنیا میں اس سے بڑی اور کوئی بدقسمتی نہیں ہو سکتی کہ انسان غرناطہ میں ہو اور اندھا ہو۔

اسی سرزمین پر اقبال کے دل سوز اشعار جس کو طارق بن زیاد کی زبان میں انہیں خدا مست مجاہدوں کے لیے کہا تھا:

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

سقوط اندلس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد غرناطہ کی بڑی مساجدوں کو کلیسا میں تبدیل کر دیا گیا، وہاں کے ہر پہاڑ پر ایک نمایاں کلیسا نظر آتا ہے، جس کا مینار اندلس کی مسجدوں کے مینار کے مشابہ ہوتا ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ کبھی مسجد رہی ہوگی، اور ان سے پانچ وقت کی آذانوں کی آواز گونجتی ہوگی، لیکن آج یہ مینار زبان حال سے یہ کہتے نظر آتے ہیں:

زمزموں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

غرناطہ میں ابھی قدیم طرز کی عمارتیں نظر آتی ہیں، اور ان سب کے پیچھے کوہ سیرانویدا کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں دعوت نظارہ دیدیتی ہیں، غرناطہ شہر سیرانویدا کے دامن میں آباد ہے، ان برف پوش پہاڑیوں نے اپنے سامنے پھیلے ہوئی اس وادی میں انقلابات عالم کے کتنے عبرتناک نظارے دیکھے ہیں، کتنے فاتحوں کے جلوس، کتنے مفتوحوں کے جنازے، یہاں کتنی تہذیبیں

طرب کے شادائیاں نے بجاتی ہوئی آئیں، اور بالآخر نوحہ وماتم کی فضا میں دفن ہوگئیں، سیرانویدا کی یہ چوٹیاں صدیوں سے یہ تماشا دیکھ رہی ہیں، اگران میں زبان ہوتی تو کہتیں:

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب وروز تماشا مرے آگے

جس علاقے میں آج کل غرناطہ واقع ہے، اس کو البیرہ کہا جاتا تھا، تقریباً چوتھی صدی ہجری میں یہ شہر بسایا گیا تھا، لیکن اس کو حسن وزینت کا لباس فتح اندلس کے بعد ملا، یہ شہر اندلس کا سب سے ترقی یافتہ اور سب سے حسین اور متمدن شہر قرار پایا، جو اپنے قدرتی مناظر، اپنی آب وہوا، اپنے طبعی اور انسانی وسائل، غرض ہر اعتبار سے ایک جنت نما شہر سمجھا جاتا تھا، اس شہر کے ایک ایک سرے پر کوہستانی سلسلے کا ایک حصہ ہے، اور ایک دوسری طرف ایک حسین دریا بھی تھا، جسے دریائے شنیل کہتے تھے، یہ وہی دریا ہے جس کے بارے میں لسان الدین بن الخطیب نے وہ مشہور ادبی جملہ کہا تھا:

وَمَا لِمِصْرِ تَفْخُرُ بَيْنِهَا وَالفُ مِنْهُ فِيْ شِنِيْلِهَا

مصر اپنے نیل پر فخر کرسکتا ہے؟ (تو کیا ہوا) غرناطہ بھی اپنے شنیل میں ایک ہزار نیل رکھتا ہے۔

پہاڑ اور دریا کے علاوہ یہ شہر حسین مرغ زاروں، شاداب سبزہ زاروں اور خوشنما آبشاروں کا شہر تھا، لسان الدین ہی نیاس کی تعریف میں کہا تھا:

بلد تَحُفُّ به الرياض كأنه
وَجُه جميل والرياض عذاره
وكأنما واديه معصم غادة
ومن للجسور المحكمات سواره

ترجمہ: اس شہر کو ہر طرف سے باغات اس طرح گھیرے ہوئے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کوئی حسین چہرا ہے اور باغات اس کے رخسار ہیں، اور اس کا دریا کسی نازک اندام کی کلائی ہے، اور اس کے مستحکم پل اس کلائی کے کنگن ہیں۔

قدرتی وسائل کے لحاظ سے بھی علاقہ بڑا دولت مند تھا، یہاں سونے، چاندی، شیشے اور لوہے کی کانیں بھی تھیں، توتیا اور ریشم بھی پیدا ہوتا تھا، جنگلوں میں طرح طرح کی خوشبودار لکڑیاں بھی پائی جاتی تھیں، غرض اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، اوراسی وجہ سے یہ مدتوں اندلس میں مسلمانوں کا پایہ تخت رہا اور جب اندلس سے مسلمانوں کا پرچم سرنگوں ہوا تو اندلس کے ہر خطے کے مسلمانوں نے اس سے اپنی آخری پناہ گاہ بنایا۔

یہاں علم وفضل کا چرچا تھا کہ اس کی درسگاہیں اپنے اعلیٰ معیار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہوئیں، عیسائی یورپ کے شاہی خاندان کے لوگ یہاں تعلیم حاصل کرنے کو اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھنے لگے۔

(اندلس میں چندروز از مفتی تقی عثمانی ونفع الطیب)

محل الحمراء

یہ وہی قلعہ ہے جس کی وجہ سے غرناطہ کو عزت وشہرت ملی، شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے کئی صدیوں تک اسپین پر حکومت کی اوراسی دوران انہوں نے اس خوبصورت قلعے کو تعمیر کیا، ایک مصنف نے الحمرا کے بارے میں لکھا : اس سے زیادہ شاندار عمارت دنیا میں نہیں پائی جاتی، الحمرا کی خوبصورتی اس علاقے کی شان کو دگنی کر دیتی ہے، جہاں وہ واقع ہے اس قلعے کے پیچھے سیرانوادا کے پہاڑی سلسلے کی اونچی اونچی برفانی چوٹیاں دکھائی دیتی ہیں، الحمرا خود ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے، ٹیلے کے دامن میں شہر غرناطہ ہے، اس قلعے کی فصیلیں سرخ رنگ کی اینٹوں سے بنی ہوئی ہیں، ہوسکتا ہے کہ قلعہ کا نام اسی وجہ سے الحمرا رکھا گیا ہو؛ البتہ کئی عربی تاریخ داں کہتے ہیں : اس قلعہ کی تعمیر کا کام رات کے وقت بھی جاری رکھا گیا تھا اور مشعلوں کے ذریعے روشنی مہیا کی جاتی تھی، اوراس روشنی میں قلعہ کی دیواریں سرخ لگتی تھیں۔

الحمرا صرف قلعہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ بذات خود ایک مکمل شہر ہے، قلعہ کی اونچی فصیلوں میں خوبصورت باغات اور صحن، ایک محل اور ایک چھوٹا سا شہر بھی دیکھنے میں آتا ہے، فن تعمیر کے جن اصولوں پر الحمراء بنایا گیا ہے، انہی اصولوں پر قدیم یونان کی عمارتیں بھی بنائی گئی تھیں، سب سے

پہلے کاریگروں نے پتھروں کی بناوٹ اور ان کے رنگ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سادہ عمارتوں کو ترتیب دیا۔

اس کے بعد ان سادہ دیواروں کو سجایا گیا، یہی افریقہ کے مسلمانوں کی فن تعمیر کے سنہرے اصول ہیں : یعنی پہلے عمارت تعمیر کرو پھر اس کے سادہ پتھروں کو سجاو۔

الحمرا میں داخل ہونے کے لیے ایک بہت بڑے پھاٹک سے گزرنا پڑتا ہے جو کمان کی شکل میں بنا ہوا ہے، اس پھاٹک کا نام باب القانون ہے اس پھاٹک میں مسلمانوں کی حکمرانی کے دوران عدالت بیٹھتی تھی، اس کا ذکر خدا کے کلام میں بھی ہوا ہے، اس کی دیواروں پر استر کاری کی گئی ہے کاریگر پلاسٹر تیار کر کے اس کو دیواروں پر لگاتے اور پھر اس میں خوبصورت نقش ونگار کھودتے، اس کے علاوہ جگہ جگہ ستون بھی نصب کیے گئے ہیں جو بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیے گئے ہیں۔

الحمرا میں بہت سے صحن پائے جاتیہیں، لیکن شہروں کا صحن ان میں سب سے عمدہ ہے، اس صحن کو عربوں کے فن تعمیر کی خوبصورت ترین مثال کہا گیا ہے، اس کی لاجواب خوبصورتی کی کوئی نقل نہیں تیار کر سکے گا، اس صحن کا مرکز ایک فوارہ ہے، جو سنگ مرمر کے بارہ شیروں پر بنا ہوا ہے، صحن کیارد گرد پتلے پتلے ستونوں پر ایک چھت والی راہ ہے، جو اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتی ہے، الحمرا میں بہت سے خوبصورت تالاب، فوارے، اور باغات بھی ہیں، ایک ہسپانوی مصنف کے مطابق یہاں کے باغات جنت کے باغات کی جھلک ہیں، کیوں کہ قرآن کریم میں جنت کو ایک خوبصورت باغ کہا گیا ہے، جس میں پانی کی ندیاں بہتی ہیں، الحمراء کی سجاوت میں بڑے پیمانے پر پانی کا استعمال ہوا ہے، یہ ریگستان میں رہنے والوں کیلیے جنت سے کم نہیں تھا، جن ماہروں نے یہ باغات لگائے انہوں نے فضا کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کثرت سے پانی استعمال کیا، وہ جانتے تھے کہ فواروں اور آبشاروں سے پانی کے گرنے کی آواز کانوں میں موسیقی کی طرح پڑتی ہے، انہوں نے بہت سے تالاب بھی لگائے وہ جانتے تھے کہ جب ان تالابوں میں سپین کے نیلے آسمان کا عکس پڑتا ہے تو جگہ کھلی لگتی ہے۔

الحمرا کے نزدیک ہی ایک ٹیلے پر جنت المعارف نامی حویلی واقع ہے، اس کو غرناطہ کے حاکم

سیر وتفریح کیطور پر استعمال کرتے تھے۔

جنت المعارف کیباغ کو دنیا کے خوبصورت ترین باغات میں سے ایک قرار دیا گیا ہے، اس کے آنگن میں آبشار والی سیڑھیاں بنی ہیں، یہاں پر آنے والے سیاح پھولوں اور پودوں کی مہک، رنگ اور روشنی کے اس کھیل سے مدہوش ہوجاتیہیں، اور بیساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ (فتبارک اللہ احسن الخالقین)

یہ دل کش اور آنکھوں کو خیرا کرنے والے نظارے اللہ کی قدرت کی تھوڑی سی جھلک ہیکاش انسان اس حقیقت کو سمجھتا اور اس کو پائندہ یاد بنالیتا۔

عظیم الشان: یہ تاریخی قلعہ اصلا چوتھی صدی میں تعمیر ہوا تھا، اس کیبعد غرناطہ کے مختلف حکمران اس میں کمی بیشی کرتے رہے، یہاں تک کہ محمد بن الاحمراء النصری نے ھ میں بہت سے اضافے کر کے اس سے مرکزی سلطنت کی شکل دے دی، پھر ساتوی صدی ہجری میں اس کیبیٹے محمد بن احمر نے جو غالب باللہ کے لقب سے مشہور ہوا، اس قلعہ میں شاہی محل تعمیر کیا جو قصر الحمراء کے نام سے مشہور ہے۔

الحمراء کا پورا علاقہ میٹر لمبا، اور ۰۰ میٹر چوڑا ہے، اس پرشکوہ عمارت کے اندر کبر ونخوت کے کتنے پیکر انا ولا غیری کے نعریلگاتے رہے، اور کتنے متکبروں کا غرور اس کی دہلیز پر خاک میں مل گیا، یہاں کتنے سروں پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا، اور کتنیتاج وروں کے سر اتارے گئے، تاریخ کے نہ جانے کتنے راز اپنے کھنڈروں میں چھپائے یہ عمارت آج بھی کھڑی ہے، اور ہر دیکھنے والے کو عبرت وبصیرت کا درس دے رہی ہے۔

برج الحراسہ یہ الحمراء کا سب سے بلند برج ہے، اسی پر کبھی مسلمانوں کا پرچم لہرایا کرتا تھا ؛لیکن سقوط اندلس کیبعد سب سے پہلا کام عیسائیوں نے یہ کیا کہ مسلمانوں کا پرچم اتروا کر پادریوں کے ہاتھ یہاں ایک لکڑی کی صلیب نصب کی جو آج تک چلی آ رہی ہے۔

جامع غرناطہ

یہ کبھی غرناطہ جیسے شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد تھی، جسے کلیسا بنا دیا گیا۔

جس عظیم مسجد میں توحید کے متوالوں نےصدیوں اپنے رب کے حضور سجدہ ہائے نیاز گزارے تھے، جہاں سے پانچ وقت اذان کی صدا بلند ہوکر پوری فضا کو پرنور بناتی تھی، آج وہاں کفروشرک کےتاریک سائے منڈلا رہے تھے۔

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں

اندلس کی تمام پرشکوہ مساجد کوکلیسا بنا دیا گیا، یہ عظیم الشان مسجد بھی اسی ظالمانہ حکم کا نشانہ بنی، اورصرف یہی نہیں، غرناطہ کے عیسائی فاتح فرڈی ننڈ اورازابیلا کی قبریں بھی اسی مسجد میں بنائی گئیں، اسی متعصب طرزفکر کا یہ شاخسانہ ہے، اب اس زمین پرکوئی مسجد بھی باقی نہیں رہی۔ (اندلس میں چندروز: نفع الطیب)

المدرسة

اس کوسلطان یوسف اول نےبنایا تھا۔

یہ غرناطہ کا سب سے بڑا مدرسہ تھا، یہاں صرف غرناطہ ہی کے طلبہ نہیں؛ بلکہ دور دور کے مغربی ملکوں کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، خدا جانے ہماری تاریخ کے کتنے بڑے بڑے علماء یہاں علم وفضل کے دریا بہاتے رہے ہوں گے، جیسے علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ابن الخطیبؒ اورابوالحسن ابن الامامؒ جیسےعلماء اورادباءاسی کے تعلیم اورفیض یافتہ تھے۔

عہد اسلام میں یہ عمارت غرناطہ، کی خوبصورت عمارتوں میں شمار ہوتی تھی، اسی کا صدر دروازہ سنگ مرمر کا تھا، اوراس پرگھوڑے کےنسل کی شکل میں ایک محراب تھی، چھت پردل آویز مینا کاری تھی، اورکھڑکیوں پرعربی تحریریں کندہ تھیں، یہ مسلمانوں کی بہت بڑی یونیورسٹی تھی، جس میں ابن الفجار،، ابن مرزوق، ابوالبرکات، بلغفی، ابن طاوس اورابن فیفا نےتعلیم حاصل کی۔

یہ مدرسہ محرم ۷۵۰ھ میں قائم کیا گیا تھا، یہ مسلم اسپین کا سب سے پرانا مدرسہ تھا، اور جب عیسائیوں کا اس پر قبضہ ہوااس کی تمام کتابوں کوسرعام جلا دیا گیا، اور پورے مدرسہ کواپنی تعصّبانہ فکر کا شکار بنالیا اورکلیسا میں تبدیل کردیا، اب موجودہ حالت میں صرف مسجد کا ایک کمرہ ہی اپنی

اصلی حالت میں باقی ہے۔(نفح الطیب : ج، ابن اثیر: ج، اندلس میں چند روز)

شہر مالقہ

اس شہر کو حمود خاندان نے گیارہویں صدی میں تعمیر کروایا۔

یہ اندلس کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے، اس کی تاریخ حضرت عیسی علیہ السلام کے عہد سے بھی پہلے تک پہنچتی ہے، اورآج یہ اندلس کا دارالحکومت ہے، مسلمانوں کے عہد میں یہ ایک اندلس کی ایک اہم بندرگاہ اور تجارتی منڈی تھی، یہاں کی پیداوار میں انجیر اور انگور پورے اندلس؛ بلکہ پوری دنیا میں مشہور تھے، مٹی کے سنہرے برتنوں کی صنعت مالقہ کی ممتاز ترین صنعت سمجھی جاتی تھی، اور یہیں اس کی ابتداء ہوئی، یہاں سے بڑے بڑےعلماء بھی پیدا ہوئے جو مالقی کی نسبت سے مشہور ہیں، اب مالقہ میں اسلامی عہد کے آثر ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آتے، یہاں ایک جامع مسجد تھی، جیسیعیسائی تسلط کے بعد کلیسا بنالیا گیا، اب یہ کلیسا کی شکل میں شہر کی اہم قدیم عمارت ہے، اس کے علاوہ شہر سے کچھ دور شمالی جانب کے ساحلی سمندر پر مسلمانوں کے دور کا ایک قلعہ ابھی محفوظ ہے جسے حصن جبل فارہ کہا جاتا ہے۔

(الاثارالاندیسہ الباقیہ، محمد عبداللہ عنان: ص، اندلس کا تاریخی جغرافیہ محمد عنایت۔

شہر انتقیر ہ

یہ صوبہ مالقہ کا ایک قدیم شہر ہے، جو سمندر کے شمال میں بلندی پر واقع ہے، یہاں ایک پہاڑی پر مسلمانوں کے دور کا ایک عالی شان قلعہ بھی ابھی تک موجود ہے، شہر کے مشرقی جانب ایک ٹیلہ ہے، جس میں زمین کی سطح سے فٹ نیچا ایک تہ خانہ ہے، یہ زمانہ قبل تاریخ کا ایک زمین دوز قبرستان سمجھا جاتا ہے، شہر کے قریب جو پہاڑ ہیں ان میں سنگ مرمر کی ایک کان ہے، اس شہر کے لوگوں میں ابوبکر یحییٰ بن محمد انصاری حکیم انتقیر ی ایک مشہور شاعر گزر رہے ہیں۔

یہ شہر ھ تک مسلمانوں کے زیرنگیں رہا، اس کے بعد عیسائیوں کا تسلط ہوگیا۔

یہاں بحر متوسط کی موجیں کروٹیں لیتی ہیں، اسی سمندر کا سینہ چیر کر کسی وقت مسلمان اندلس

کے ساحل تک پہنچے تھے، اسی سمندر نے ان مجاہدین کی ترکتازیوں کا نظارہ کیا تھا، جن کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اور یہی وہ سمندر ہے جس نے آٹھ سو سال بعد انہیں مجاہدوں کے فرزندوں کو لٹی پٹی حالت میں جہازوں پر سوار ہو کر اس میں مراکش کا رخ کرتے دیکھا تھا کہ جس کسی شخص کو اپنے خاندان کے ساتھ یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل گیا، وہ خوش نصیب کہلایا، اور رشک کی نگاہوں سے دیکھا گیا، اسی سمندر میں تاریخ اسلام کے مشہور جہاز ران وخیرالدین بار باروسا کے جہاز برسوں تک اندلسی مہاجرین کی عیسائیوں کی دستبرد سے بچا کر مراکش اور الجزائر پہنچانے کی خدمت انجام دیتے رہے، لیکن آج یہی وہ سمندر ہے جس کے کنارے سیاحت وعشرت کے یہ خدا فراموش اڈے قائم ہیں۔ (اندلس میں چند روز، تاریخ اندلس)

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ (آل عمران)

شہر قرطبہ

قرطبہ اندلس کے قدیم شہروں میں سب سے بڑا دوسرا شہر ہے، دوسری صدی قبل مسیح علیہ السلام کی تاریخ میں بھی اس کا ذکر ایک رستے بستے شہر کی حیثیت سے ملتا ہے، اور اس وقت اس کو کوردوبا کہا جاتا تھا، جب پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو یہاں قوتیوں کی حکومت تھی طارق بن زیاد نے ھ ء میں اس کو فتح کیا، مسلمان فوج نے اہل شہر کے ساتھ بڑی فراخدلی اور رعایت کا معاملہ کیا، مسلمانوں نے اندلس فتح کرنے کے بعد شروع میں اشبیلیہ کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا؛ لیکن سلیمان بن عبدالملک کے دور میں والی اندلس سمع بن مالک خولانی نے دارالحکومت اشبیلیہ سے قرطبہ منتقل کرلیا، اور اس کے بعد یہ صدیوں اندلس کا دارالخلافہ بنا رہا، ھ

میں جب عبدالرحمان الداخل نےیہاں اموی سلطنت قائم کی تو اس کے بعد اس شہر کو زبردست ترقی ہوئی یہاں تک کہ دنیا کے سب سے خوبصورت وترقی یافتہ شہروں میں سےایک بن گیا۔

اموی خاندان نے قرطبہ پر تین صدی سے زائد حکومت کی، یکے بعد دیگرے یہاں بنی حمود، بنی جہود، بنی عباد، مرابطین اورموحوین کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں، یہاں تک کہ ھ میں قسطلہ کا عیسائی بادشاہ فرڈی ننڈ اس پر قابض ہوگیا، اس طرح اس شہر پر مسلمانوں کی حکومت سال قائم رہی، مسلمانوں کیدور میں قرطبہ دنیا کے متمدن ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا، یہ شہر اکیس بڑے بڑے محلوں پر مشتمل تھا، خلیفہ ہشام المویدکے زمانے ھ ھ میں شہر کا جائزہ لیا گیا تو شہر کے مکانوں کی تعداد ۰۰۰۰ ڈھائی لاکھ سے متجاوز تھی، دکانوں کی تعداد اسی ہزار چا سو شمار کی گئی، عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے ھ ھ میں شہر کی مسجدوں کی تعداد چارسونوے تھی، اور بعد میں سولہ سو تک مساجد کا ذکر تواریخ میں ملتا ہے۔ (نفع الطیب :جص، اندلس میں چندروز)

مسلمانوں کے دورعروج میں جوعظیم الشان عمارتیں، شاندار سڑکیں، زبردست پل، اپنے دور کے لحاظ سے زبردست کارخانے اور جدید تمدنی سہولیات قرطبہ کو دیں ان کے تذکرہ کرنے کے لیے مورخین اورادیبوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، اور اندلس کے مشہور مورخ مقری نے نفع الطیب کی ایک پوری جلد قرطبہ ہی کے تذکرے کے لیے وقف کی ہے، راقم کی اس کتاب کا ماخذ وسرچشمہ یہی کتاب ہے۔

علم وفضل کیلحاظ سے بھی قرطبہ اندلس کا عظیم ترین شہروں سمجھا جاتا تھا، اندلس سے علم ودانش کے ہر میدان میں جوقد آور عالمی شخصیتیں پیدا ہوئیں، ان میں سے بیشتر قرطبہ ہی سے تعلق رکھتی تھیں، مشہور مفسر اور صحیح مسلمؒ کے شارح علامہ قرطبی فقہ اور فلسفہ کے امام علامہ بن رشد مسلک اہل ظاہر کے سرخیل علامہ ابن حزم طب اور سرجری کے مسلم الثبوت سائنس داں ابوالقاسم زہراوی سب اسی شہر میں دادعلم وفیض دیتے رہے۔ قرطبہ کے کتب خانے دنیا بھر میں ضرب المثل تھے، علم وادب کے ذوق اور اس کے ہمہ گیر چرچے کا عالم یہ تھا کہ کوئی گھر ایک اچھے کتب خانے سے خالی نہیں ہوتا تھا، معاشرے میں سب سے بڑی قابل ذکر بات یہ سمجھی جاتی تھی کہ فلاں شخص کے پاس فلاں کتاب کا ایک ایسا نادر نسخہ ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہے، جولوگ

طبعی طور پر کتابوں کا ذوق نہیں رکھتے تھے، انہیں معاشرے میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا، چناں چہ بہت سے لوگ محض فیشن کے طور پر اپنے گھروں پر کتابوں کی الماریاں رکھتے، اور انہیں مختلف علوم وفنون کی کتابوں سے سجاتے تھے۔

ایک مرتبہ قرطبہ کے مشہور عالم علامہ ابن رشد اور اشبیلیہ کے رئیس ابوبکر بن زہر کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ قرطبہ بہتر ہے، یا اشبیلیہ ابوبکر بن زہر نے اشبیلیہ کی بہت خوبیاں بیان کیں، تو علامہ ابن رشد نے جواب دیا:

آپ جو خوبیاں بتا رہے ہیں، ان کا تو مجھے علم نہیں، البتہ اتنا جانتا ہوں کہ جب اشبیلیہ میں کسی عالم کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا کتب خانہ فروختگی کے لیے قرطبہ آتا ہے، اور جب قرطبہ میں کسی گویے کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا ساز وسامان بکنے کے لیے اشبیلیہ جاتا ہے۔ (نفح الطیب)

ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ بہترین اور صاف ستھرا لباس پہنتے ہیں، دینی احکام کی پوری پابندی کرتے ہیں، نمازیں پابندی سے پڑھتے ہیں، تمام اہل قرطبہ شہر کی جامع مسجد کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، اگر کسی بھی شخص کو کہیں کوئی شراب کا کوئی برتن نظر آ جائے تو وہ اس کو بلا تکلف توڑ ڈالتا ہے، وہ ہر طرح کے منکرات سے نفرت کرتے ہیں، اور ان کا سرمایہ فخر وناز، تین چیزیں ہوتی ہیں، خاندانی شرافت، دوسرے سپہ گری، تیسرے علم، قرطبہ کی آبادی دور خلافت ••• کے دوران تقریبا باشندوں کی آبادی تھی۔ (نفح الطیب، اندلس میں چندروز:)

جس قرطبہ کےحالات کتابوں میں پڑھے جاتے ہیں، اور جس کی حسین فضا میں لکھی ہوئی کتابیں آج بھی کتب خانوں کا عظیم ذخیرہ ہیں، آج وہی قرطبہ جس کی دنیا بدلی ہوئی ہے، نہ وہ دین وایمان، نہ وہ علم وفضل، نہ وہ مسجدیں اور درسگاہیں، نہ کتب خانے اور کتابیں، نہ وہ شرافت ومتانت، نہ وہ عالی دماغ انسان جنہوں نے اس خطے کو دنیا بھر میں سرفرازی عطا کی تھی، اب تو صرف بیسویں صدی کے یورپ کا ایک شہر ہے، جس کی وسیع سڑکوں پر مادہ پرستی کی دوڑ ہو رہی ہے، جس کی دو رویہ عمارتوں میں کفر وشرک کا بسیرا ہے، اور جس کے بسنے والے انسان شرافت ومتانت کو بزور شمشیر زیر کر کے سات سو برس کا سفر طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ چکے تھے، جہاں لات پرستی شرافت کا منہ چڑا کر اس کو عہد رفتہ کی جہالت سے تعبیر کرتی ہے، وقت وقت کی

بات ہوتی ہے، وقت کا سفاک بہاؤ ہی زندگی کو نت نئی صورتوں سے دوچار کرتا ہے، کبھی صورت خوشگوار ہوتی ہے، اور کبھی تکلیف دہ ہم سب وقت کے اور اپنے اعمال کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(ابن اثیر، جہاں دیدہ: ص، نفع الطیب)

اللہ تیرے ہاتھ ہے اب آبروئے شوق
دم گھٹ رہا ہے وقت کی رفتار دیکھ کر
(عظیم آبادی)

جامع قرطبہ

یہ وہی مسلمانوں کی مسجد ہے، جس کی مثال اور نظیر پوری دنیا میں نہیں ملتی، یہ مضبوط پتھر کی بنی ہوئی ایک پرشکوہ، بلند وبالا اور طویل عمارت ہے، جس کی دیوار کو زمین پر بنے ہوئے بڑے بڑے پشتوں نے سہارا دیا ہوا ہے۔

جس جگہ آج جامع قرطبہ ہے رومانی بت پرستوں کے زمانے میں یہاں ان کی ایک عبادت گاہ تھی، جب اسپین میں عیسائی مذہب پھیلا تو انہوں نے اس عبادت گاہ کو گرا کر یہاں ایک کلیسا تعمیر کر لیا جب مسلمانوں نے قرطبہ فتح کیا تو یہاں تقریباً وہی صورت پیش آئی جو دمشق کی فتح کے وقت دمشق میں پیش آئی تھی، جس طرح دمشق کا کلیسا نصف نصف تقسیم ہو گیا تھا، اسی طرح قرطبہ کے اس کلیسا کو شرائط صلح کے مطابق دو حصوں میں بانٹ دیا گیا، ایک حصے کو مسلمانوں نے بدستور کلیسا رہنے دیا، اور دوسرا حصہ مسجد بنا دیا گیا، اور ایک مدت تک یہاں مسجد اور کلیسا دونوں ساتھ ساتھ قائم رہے، یہ بھی ایک عجیب منظر تھا۔

لیکن جب قرطبہ مسلمانوں کا دارالحکومت قرار پایا، اور یہاں کی آبادی تیز رفتاری سے بڑھی تو مسجد کا حصہ نمازیوں کے لیے تنگ پڑ گیا، یہاں تک کہ عبدالرحمان الداخل کی حکومت آئی تو اس کے سامنے جامع قرطبہ کی توسیع کا سوال آیا، مسجد کی توسیع اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ کلیسا کو مسجد میں شامل کیا جائے؛ لیکن چوں کہ عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا، کہ نصف حصے میں کلیسا برقرار رکھا جائے گا؛ اس لیے مسلمانوں کی روایات اور شرعی احکام کے مطابق عیسائیوں

کو راضی کیے بغیر اس کو مسجد میں شامل کرنا ممکن نہیں تھا، عبدالرحمان الداخل نے بڑے بڑے عیسائی رئیسوں کو بلا کر ان سے کلیسا کی زمین خریدنے کی تجویز پیش کی، اور منہ مانگی قیمت دینے کا وعدہ کیا، عیسائی مذہب میں کلیسا کی فروخت جائز ہے، اس لیے عیسائیوں کے لیے اس پیشکش کو قبول کرنے میں کوئی مذہبی رکاوٹ نہیں تھی؛ لیکن عیسائی کلیسا ہٹانے پر راضی نہ تھے، کافی دن تک انہیں راضی کرنے کا سلسلہ جاری رہا، بالآخر انہوں نے گراں قیمت کے علاوہ اس شرط پر رضامندی کر دی کہ شہر کے باہر ان کچھ کلیسا منہدم ہوئے تھے، انہیں دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جائے، عبدالرحمان الداخل نے یہ شرط منظور کر لی، اور اس طرح یہ کلیسا کا حصہ بھی مسجد کو مل گیا۔

وسیع زمین حاصل کرنے کے بعد عبدالرحمان الداخل نے جامع قرطبہ کی تعمیر از سر نو شروع کی، مسجد کا نقشہ بڑا عظیم الشان تھا اور دمشق کے ایک ماہر فن نے تیار کیا تھا، اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے طویل مدت درکار تھی، لیکن عبدالرحمان الداخل تعمیر شروع ہونے کے بعد دو سال ہی میں ھ میں فوت ہو گئے، ان کے بعد ان کے بیٹے ہشام نے تعمیر کا سلسلہ جاری رکھا، اور چھ سال میں اسی ہزار دینار کے خرچ سے اسے مکمل کر لیا، بعد میں خلفائے بنی امیہ اس مسجد میں مزید توسیع کرتے رہے، یہاں تک آٹھ مرحلوں میں یہ اپنی انتہا کی عظیم الشان شکل کو پہنچی۔

جامع قرطبہ کا اندرونی حصہ دنیا بھر میں اپنی وسعت اور حسن کے لحاظ سے ممتاز تھا، شاید ساری دنیا میں آج بھی مسجد کا مسقّف حصہ اتنا وسیع کہیں اور نہیں ہے، اور یہ سارا حصہ صنف در صنف بنے ہوئے خوبصورت دالانوں پر مشتمل ہے، جن کی چھتیں گنبد نما ہیں، اور دونوں طرف سنگ مرمر کے خوبصورت ستونوں کی قطاریں دور تک چلی گئی ہیں، اس کی محرابیں دودھ سے زیادہ اجلا اور برف سے زیادہ چمکیلی ہیں، مسلمانوں کے عہد میں اس مسجد کیکل ستونوں کی تعداد چودہ سو سترہ تھی، مسجد کا کل رقبہ ہزار ایک سو پچاس مربع ذراع (ہاتھ) تھا۔ (نفع الطیب)

اس مسجد کی چھت میں تین سو ساٹھ • طاق اس ترتیب سے بنائے گئے تھے کہ سورج اپنے سال بھر کی گردش میں ہر روز ایک طاق میں داخل ہوتا تھا، رات کے وقت مسجد میں دو سو فانوس روشن ہوتے تھے، ان روشن پیالوں کی کل تعداد سات ہزار چار سو پچیس تھی۔ مسجد میں جلنے والی شمعوں اور چراغوں میں تیل کا سالانہ خرچ - ،قنطار یعنی ،من کے قریب تھا۔

سال بھر میں ساڑھے تین موم اور ساڑھے چونتیس سیر سوت بتیاں بنانے میں صرف ہوتا تھا، ہر جمعہ کومسجد میں آدھا سیر عود اور پاوبھرعنبر جلایا جاتا تھا؛ لیکن آج دنیا کی اس عظیم اورتاریخی مسجد کے خوشنما ستون، جو بوسیدگی کیپا و جود خدا کی قدرت کی گواہی دے رہے ہیں، اور مسلمانوں کیلیے عبرت ونصیحت کا سامان بنے ہوئے ہیں۔

آہ! افسوس آج اس کی پوری درودیوار عیسائیوں کے بنائے ہوئے کلیساوں کے مختلف کمروں پر مشتمل ہیں جس میں بہت سے مجسمے رکھے ہوئے ہیں، مسجد کیبا لکل بیچ مسجد کے نقشے کا حلیہ بگاڑ کر ایک بہت بڑا کلیسا بنا دیا گیا ہے، مسجد کے خوبصورت دالانوں کی گنبدنما چھتوں پر تصویریں نقش کردی گئی ہیں۔

عیسائیوں نے جواس مسجد کے ساتھ جوظلم وستم ڈھائے ان کا مقصد صرف اسلامی روکاوٹ کو فتح کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نےمسجد میں اپنی متعصّبانہ بدمذاقی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے، اور مسجد کا کوئی حصہ اپنی دستبرد سے سلامت نہیں چھوڑا۔

لے دے کر مسجد کی محراب اوراس کے سامنے دوتین چھوٹی سی صفوں کی جگہ رسی باندھ کر الگ کر لی گئی ہے، شاید اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ حصہ مسجد کی یادگار کےطور پر باقی رکھا جائے۔

اس حسین اور پرکار محراب کےاوپر گرد کی تہیں جمی ہوئی ہیں، اوراس کا خوبصورت چہرہ ستم ہائے زمانہ سیکملایا ہوا ہے، اسی کے قریب وہ منبر بھی ہے جس سے کبھی قاضی منذر بن سعید جیسے خطیب کی آتش نوا تقریریں فضا میں بکھرا کرتی تھیں، یہ مسجد کا وہ حصہ ہے، جہاں یقیناً علامہ قرطبی علامہ ابن رشدؒ، اور حافظ ابن عبدالبرؒ، جیسے لوگوں نے نمازیں پڑھی ہوں گی، عیسائیوں کی ہزار ستم رانیوں کے باوجود اس فضا میں ان انفاس قدسیہ کے اذکار کی مہک محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتی، لیکن:

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر ومحراب

ایک وہ وقت تھا، جہاں چاروں طرف توحید کا نور بکھرا ہوا تھا، اور فضائے بسیط خدائے وحدہ لاشریک کی حمدوثنا کے زمزموں سے لبریز تھی اور آج ہر طرف، ہر سمت کفر کی تاریک فضا قائم ہے، فلک نماں منارے تکبیر کی صدا سے خاموش ہیں اور پوری زمین سجدے کے نشان سےخالی

ہے؛لیکن میرے پرودگار کی شان کبریائی عروج وزوال کی اس دھوپ چھاوں سےکہیں بلند وبالا ہے،اس کی توحید کے نام لیوا کروڑوں کی تعداد میں ہوں، یا انگلی پر گن لیے جائیں،اس کے دین کو سینے میں بسانے والے دنیا پر اپنے جاہ وجلال کا سکہ بٹھائیں، یا اپنی اعمال کے ہاتھوں مغلوب ومقہور ہوجائیں،اس کی شان احدیت اور صمدیت میں کوئی فرق نہیں آتا:

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لاالہ الا اللہ

وہ تو صرف بندں کو آزماتا ہے، قبضہ وقدرت،عروج وزوال سب اسی کیہاتھ میں ہے، دنیا میں کسی کی حکومت، کسی کا تخت، کسی کا دبدبہ پائیدانہیں، ایک چندروزہ زندگی ہے دنیا آنی جانی ہے کیوں کہ دنیا فانی ہے۔

جس جگہ میں کبھی ذکر وفکر اور کبھی علم وفضل کی محفلیں آراستہ ہوا کرتی تھیں، اور جہاں انسانوں کے سر پر فضیلت وتقوی کا تاج رکھا جاتا تھا، یہاں کے در ودیوار ان محفلوں کو ضرور یاد کرتے ہوں گے، ان کا وجود مسلمانوں کی غیرت وحمیت کے لیے سراپا فریاد ہے، یہ ایک ایسی دردناک فریاد ہے، جو یہاں آکر آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے، کانوں سے سنی نہیں جاسکتی۔
(نفح الطیب: ص ج، اندلس میں چندروز)

لوگوں کو اپنی زندگی میں نہ جانے کتنے تاریخی مقامات دیکھنے کو ملے ہوں گے، بہت سے عبرت کدوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہوگا، لیکن دل ودماغ پر جو حسرت ناک تاثر جامع قرطبہ کو دیکھ کر ہوگا، وہ کسی اور تاریخی مقام کو دیکھ کر نہیں ہوگا۔

علامہ اقبال نے مسجد قرطبہ میں جو طویل نظم کہی ہے وہ تاثر کے کس عالم میں کہی ہوگی:

سلسلہ روز وشب نقش گر حادثات
سلسلہ روز وشب اصل حیات وممات
سلسلہ روز وشب تار حریر دورنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ مجھ کو پرکھتا ہے یہ

سلسلہ روز وشب صیرفی کائنات

سرزمین اندلس پر مسلمانوں کے عہد زریں میں بہت سی دلکش ودلفریب عمارتیں تعمیر ہوئیں ؛لیکن جونفاست اور پاکیزگی جامع مسجد قرطبہ کے حصہ میں آئی وہ نہ تو الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ اظہار سے اس کے حسن وجمال، تزئین وآرائش، نسخی گل کاریوں اور فسوں کاریوں کی تفصیل پیش کی جاسکتی ہے، وہ ایسی دیدہ زیب عمارت تھی جس کو بار بار دیکھنے کو جی چاہے، اگرچہ گردش ایام کے تھپیڑوں نے اس کو آج کچھ کا کچھ بنادیا ہے، لیکن پھر بھی اس کے حسن وخوبی اور جدت تعمیر وندرت آرائش کے جو آثار زمانہ کی دستبرد سے بچ سکتے ہیں، اب بھی اپنے شاندار ماضی کی داستان زبان حالی سے سناتے نے نظر آتیہیں۔

علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم کو مسجد قربطہ کے باریمیں (جنہوں نے کئی صدیوں بعدء میں اس معبد میں اذان اور نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا کہی تھی وہ دل کو چھو لینے اور ساتھی دل کو چیرنے والی ہے۔

(اندلس کی ناگن ازعنایت اللہ التمش: ص۰۰، دنیا مرے آگے مفتی تقی عثمانی: ص(

اے حرم قرطبہ عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت وبود
تیرا جلال وجمال مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل وجمیل، تو بھی جلیل وجمیل

وادی الکبیر اور اس کا پل

یہ قرطبہ کا مشہور دریا وادی الکبیر ہے، جہاں تیرہ سوسال پہلے وہ انقلابی معرکہ پیش آیا تھا، جو قرطبہ کو فتح کرنے کے لیے اس دریا کو عبور کرنا تھا، اور اس کیبعد قرطبہ کی مضبوط اور بلند فصیل پر قبضہ کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی ؛لیکن اللہ کے راستیمیں نکلنے والوں کیلیے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ساتھ ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے عہد زریں میں یہ پل ساری دنیا کا سب سے عظیم الشان اور بینظیر پل سمجھا

جاتا تھا؛ اس لیے یہ دنیا کے عجائب میں شمار ہوتا تھا، فتح اندلس سے پہلے یہاں ایک معمولی سا کمزور پل تھا، جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، تو انہوں نے دمشق میں بیٹھ کر قرطبہ کی ضروریات کے اندازہ لگایا، اور اندلس کے گورنر سمع بن مالک خولانی کو حکم دیا کہ وہ وادی الکبیر پر ایک مستحکم پل تعمیر کریں؛ چنان چہ ھ میں ایک ماہر تعمیرات عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی کی نگرانی میں یہ عالیشان پل تعمیر کیا گیا، جس کا طول آٹھ سو ہاتھ اور چوڑائی ۰ چالیس گز سے زیادہ تھی، اور یہ دریا کے سطح سے ۰ ساٹھ ہاتھ بلند تھا، اس کے نیچے اٹھارہ در تعمیر کیے گئے، اور اس کے اوپر انیس برج بنائے گئے تھے، اس وقت دنیا بھر میں اس پل کی کوئی نظیر نہیں تھی، اس دور کا ایک مورخ لکھتا ہے، ان قنطرۃ قرطبۃ التی أعاجیب الدنیا۔

قرطبہ کا پل دنیا کے عجائب میں سے ایک عجوبہ ہے، آج بھی بنیادی طور پر یہ اب بھی وہی پل ہے جسے مسلمانوں نے تعمیر کیا تھا، زمانے کے انقلابات اور بوسیدگی نے اس کی شکل وصورت بگاڑ دی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کھلتے وچمکتے چہرے پر کسی نے نقاب ڈال دیا ہے، اور سالہا سال سے کسی نے اس کی حالت زار کی طرف توجہ نہیں دی؛ لیکن اس کے مضبوط آثار اس کے عہد شباب کی داستان سنا رہے ہیں۔ (نفح الطیب: جص ۰، جہاں دیدہ)

مدینۃ الزہرا

مدینۃ الزہرا شہر قرطبہ سےتقریبا آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ ایک چھوٹا سا شاہی شہر تھا، جو خلفائے قرطبہ اور ان کے متعلقین کی رہائش کے لیے بنایا گیا تھا۔

اس شہر کی تعمیر کی ابتداء ھ میں خلیفہ عبدالرحمان الناصر نے کی تھی، اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے، کہ خلیفہ عبدالرحمان الناصر کی ایک کنیز بہت سا ترکہ چھوڑ کر مرگئی تھی، خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کی رقم ان مسلمان جنگی قیدیوں کی رہائی میں خرچ کی جائے، جو عیسائیوں کے پاس قید ہیں، جب تحقیق کی گئی، تو عیسائیوں کی قید میں بہت کم مسلمان قیدی دریافت ہوئے، اور ان کو رہا کرانے کے باوجود اس دولت کا بہت بڑا حصہ باقی رہ گیا، اس موقع پر خلیفہ کی ملکہ زہرا نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کے نام پر ایک شاندار شہر تعمیر کیا جائے، خلیفہ ناصر نے اس کی خواہش کی

تکمیل میں مدینۃ الزہرا کی تعمیر شروع کر دی۔

اس شہر کے اکثر حصے کی تعمیر پچیس سال میں خلیفہ ناصر ہی کیعہد حکومت میں مکمل ہوگئی تھی ؛لیکن اس کی بہت سی عمارتیں بعد میں خلیفہ عبدالرحمان اسلم ثانی کے زمانے میں بنیں اس وقت اس شہر کا طول شرقا غربا ذراع اور عرض شمالا جنوبا ذراع تھا۔

مدینۃ الزہرا شاہی محلات، درباروں، مجلسوں، جامع مسجد اور شاہی خلافت کے رہائشی خاندان کے رہائشی مکانوں پر مشتمل تھا، اور اپنے وقت میں دنیا کا سب سے حسین شہر سمجھا جاتا تھا۔

مدینۃ الزہرا کا قصر شاہی اپنے حسن و جمال، شان وشوکت اور پرشکوہ جلال کے اعتبار سے دنیا بھر میں اپنی مثال آپ تھا، ایشیا اور یورپ کے بڑے بڑے ملکوں کی سفارتیں بعض اوقات صرف اس کو دیکھنے کے لیے آیا کرتی تھیں، اس محل کا ایوان قصر الخلفاء کہلاتا تھا، اس کی چھت اور دیواریں سونے اور شفاف مرمر کی تھیں، بیچ میں چھت سے وہ جواہر عجیب لٹکا ہوا تھا، جو قسطنطنیہ کے بادشاہ لیو نے خلیفہ ناصر کو تحفے میں بھیجا تھا، اس ایوان کے بیچ میں ایک خوبصورت حوض تھا، جس میں پارہ بھرا رہتا تھا، اور ایوان کے ہر ضلع میں آٹھ محرابوں والے در تھے، محرابیں رنگ برنگ کے سنگین اور بلوریں ستونوں پر قائم تھیں اور کواڑ ابنوس اور ہاتھی دانت کے تھے، جن پر سنہرا کام کر کے اس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے، جب دھوپ اس ایوان کے اندر آتی تو چھت اور دیواریں اس طرح چمکنے لگتیں کہ دیکھنے والوں کی نظر خیرہ ہوجاتی تھی، جب خلیفہ ناصر اس کمرے میں ہوتے، اور حاضرین پر رعب طاری کرنا مقصود ہوتا تو اپنے کسی غلام کو اشارہ کر دیتے کہ حوض میں جو پارہ بھرا ہوا ہے، اس کو ہلا دو ! پارے کے ہلنے سے دھوپ شعائیں بجلی کی طرح پورے کمرے میں کوندنے لگتیں، اور بالکل ایسا محسوس ہوتا جیسے : پورا کمرہ گردش کررہا ہے، بعض غیر ملکی سفراء جو ایوان کے اس راز سے واقف نہ ہوتے، اس منظر کو دیکھ کر رعب سے کانپنے لگتے تھے۔ (نفح الطیب: ص، دنیا مرے آگے)

مدینۃ الزہرا اس طرح کے خدا جانے کتنے عجائب پر مشتمل تھا، اس میں مصنوعی دریا بھی بنائے گئے تھے، اور جانوروں کے باغ میں جن میں وہ اپنے قدرتی ماحول کے ساتھ رہتے تھے، اور آج

کی دنیا میں جانوروں کیمحفوظ باغ(Game Reserve)) بنانے کا جودستور نکلا ہے،اس کی ابتداء مدینۃ الزہرا ہی سے ہوئی تھی۔

بظاہر جس زمانہ میں مدینۃ الزہرا تعمیر کیا گیا،اندلس میں مسلمانوں کے عروج کا زمانہ تھا، اوراس جنت ارضی کو دیکھ کر دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں لرزہ براندام ہو جایا کرتی تھیں؛لیکن اگر حقیقت شناس نگاہ سے دیکھا جائے،تو اندلس میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز انہی عشرت کدوں کی تعمیر سے ہوا،جنہوں نے رفتہ رفتہ مسلمانوں سے ان کا زہد،ان کی جفاکشی،ان کی بے تکلف زندگی کی قوت چھین لی۔

جس وقت دنیا کا یہ عظیم شاہی محل تعمیر ہورہا تھا،اس وقت کے صاحب دل علماء خلیفہ کواس پہلو کی طرف متوجہ کرنے کا فرض ادا کرتے رہے،اس وقت شاہی مسجد کے خطیب اور امام قاضی منذر بن سعیدؒ جن کے فصیح وبلیغ خطبوں کواندلس کے عربی ادب کا بہت بڑا خزانہ سمجھا جاتا ہے، جب خلیفہ ناصران کے پیچھے نماز پڑھنے آتا،تو وہ اپنی تقریروں میں دنیا طلبی کے انہماک اور عیش وعشرت پر کی جانے والی فضول خرچیوں پر دل کھول کر تنقید کرتے تھے۔

قاضی منذر بن سعید ہی نے مدینۃ الزہرا کیبارے میں یہ شعر بھی کہے تھے اور خلیفہ کو بھی سنائے تھے،اور بعد کے حالات پر ان کو متوجہ بھی کیا:

یـــا بَـــانِـــی الـــزُّهُـــرَاء استـــغـــرقًـــا
أو قـــاتُـــه فيهـــا أمـــا تَـــمُـــهُـــلُ
لـــه مَـــا لِـــحُـــسُـــنِـــهَـــا رَوُنَـــقًـــا
لَـــو لَـــمُ تَـــكُـــنُ تَـــذُبُـــلُ

ترجمہ:اے زہرا کے بانی !جس نے اپنے اوقات اس شہر میں غرق کرر کھے ہیں،کیا تم ٹھہر کر سوچتے نہیں؟اس کی رونق کتنی حسین ہے؛بشرطیکہ یہ پھول مرجھانے والا نہ ہوتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی منذر اس عشرت کدے کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے،یہ عظیم الشان شہر جس کی تکمیل میں چالیس سال لگے تھے،تکمیل کے بعد صرف سال اپنی شان شوکت کا ستارہ چمکا تا رہا اور اس کے بعد ھ سے ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی،اسی خانہ

جنگی کے دوران مدینۃ الزہرا کبھی بادشاہوں اور شہزادوں کا مسکن تھا، اب وہاں جنگل کے چرند پرند کا بسیرا ہے، یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر انہوں نے یہ مشہور شعر کہے:

قلنا یوما لدار قوم تضانوا

أین سکانک العزاز علینا؟

فاجابت هنا اتاموا قلیلا

ثم ساروا ولست أعلم أینا؟

ترجمہ : میں نے ایک دن ان لوگوں کے گھر سے کہا جو فنا ہو چکے تھے، تمہارے وہ مکین کہاں ہیں جو ہمیں بہت عزیز تھے؟

اس نے جواب دیا وہ یہاں کچھ دیر کو ٹھہرے تھے۔

پھر چلے گئے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کہاں ہیں؟

(نفح الطیب: اندلس میں چند روز)

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی واپسی

خلیفہ ولید بن عبد الملک جب بیمار پڑ گیا اس نے موسیٰ بن نصیر کو اندلس سے واپسی کا حکم دیا، چناں چہ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد ھ میں بے پناہ مال غنیمت کے ساتھ پایہ تخت دمشق روانہ ہوئے، واپسی پر اس نے اپنے بیٹوں عبد العزیز عبد اللہ عبد الملک کو علی الترتیب اسپین شمال افریقہ اور مراکش کا والی مقرر کیا۔

موسیٰ اور طارق کی اچانک واپسی کی بنا پر مسلمانوں کے مفادات کو سخت نقصان پہنچا، خلیفہ ولید کے مرنے کے بعد جانشین خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے محض اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر بجائے ان حضرات کی عزت وتوقیر اور منصب میں اضافہ کے جیل میں ڈال دیا، بعد میں اگر چہ یہ حضرات ایک سردار کی سفارش کی بنا پر رہا کر دیے گئے، سلیمان نے ان پر کئی لاکھ کا تاوان جرمانہ کی صورت میں عائد کر دیا، اس قدر بڑی رقم یہ حضرات ادا نہ کر سکے اور اسلام کے اس نامور فرزند اور عظیم سپہ سالار اور فاتح نے اپنی زندگی کے بقیہ ایام انتہائی کسم پرسی اور تنگ دستی میں گزارے۔

زمانے کی یہ دغابازی مکروفریب ہر ایک کے ساتھ لگی رہتی ہے، کسی کو ترقی کی راہ دکھلاتی ہے اور کسی کو قارِ ذلت، جب تک انسان کا وقت ہے زمانہ اس کے تابع ہے، وقت گزرنے کے بعد ہی زمانہ اس پر غالب آجاتا ہے، کسی کو بھی زمانہ کی برق، چمک کو دیکھ کر حسن ظن میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے، کیوں کہ زمانہ کسی کا نہیں ہوتا۔

زوال اندلس

جب اللہ کسی کو اپنی بھر پور نعمتوں سے نوازتا ہے، اسی قدر اس کا امتحان لیتا ہے، اور اس کو آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے، اور جب بندے اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتے ہیں اور اپنے حقیقی خالق کو فراموش کر دیتے ہیں، اپنے عشرت کدوں کو تعمیر کرنے لگتے ہیں، اور جب ان سے رفتہ رفتہ ان کا زہد ان کی جفا کشی، اور ان کی بیتکلفانہ زندگی کی قوت ختم ہونے لگتی ہے، تو پھر وہی تاریخ دہرائی جاتی ہے، جو ہر دور میں ہر قوم کے ساتھ ہوتی ہے، جیسا کہ فتح اندلس سے پہلے عیسائیوں کے ساتھ ہوا، اور دمشق میں تاتاریوں نےکیا۔

ھ بمطابق ء میں اسپین واندلس میں مسلمانوں کے اقتدار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

اس علاقے پر مسلمانوں نیآٹھ سو سال سے زیادہ حکومت کی اور تہذیب وتمدن کے وہ چراغ جلائے جو اس وقت کی دنیا میں بے مثال تھے، لیکن وسائل دنیا کی فراوانی نے جب انہیں عیش وعشرت کی راہ دکھلائی اور ان کی زندگی پر دین اور فکر آخرت کی گرفت ڈھیلی پڑنی شروع ہوئی تو تہذیب وتمدن کا یہ عروج انہیں زوال کے گڑھے میں گرنے سے نہ بچا سکا۔

وہی غرناطہ جہاں پہنچ کر کبھی غیر مسلم سفراء کی نگاہیں چکا چوند ہو جایا کرتی تھیں، اور پھر وہی غرناطہ ہوا جس کے چوراہوں پر عربی کتابوں کی شکل میں علم وفضل کے ذخیرے ہفتوں تک جلتے رہے، جس کی مسجدیں کلیسا بنا دی گئیں، جس کے مسلمانوں کو بزور شمشیر عیسائی بنایا گیا، جس کی خواتین کی عصمت پر ڈاکے ڈالے گئے، اور مسلمانوں پر یہ زمین اس درجہ تنگ کر دی گئی کہ کچھ عصرے کے بعد یہاں کسی کلمہ گو کا نام ونشان باقی نہ رہا، مسلمانوں کیعروج وزوال کی ایسی کرب انگیز تاریخ دنیا کے شاید کسی اور خطے میں پیش نہیں آئی ہو۔

زوال اندلس کے اسباب وواقعات اختصار کیسا نچے میں کے اندلس کے سیاسی منظرنامے پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے اس داستان کے آخری باب کی طرف چلتے ہیں، جس کا آغاز تقریبا آٹھ سو سال قبل جبل طارق کے ساحل پر طارق بن زیاد کےمسیحی گاتھ شہنشاہ راڈرک کو عبرتناک شکست دے کر کیا تھا، موسی بن نصیر اور طارق بن زیاد نے جلد ہی اسپین سے مسیحوں کی حکوت کا خاتمہ کر دیا، اور اسی طرح اسپین، دمشق کی خلافت کے زیرنگیں آ گیا، دمشق کے انقلاب کے بعد اسلامی خلافت بغداد منتقل ہوگئی اور اندلس کی حکمرانی اموی شہزادے عبدالرحمان الداخل کو مل گئی، وقت گزرتا گیا اور اندلس کی حکومتیں بدلتی رہیں، اور مسلمان اندلس میں مضبوط اور مستحکم ہوتے چلے گئے، آہستہ آہستہ اندلس عالم اسلام کے علم وہنر کا مرکز بن گیا، دور عروج میں اندلس نے ابن بیطار، ابن رشد، ابن باجا، الفارابی، ابن حزم، اسحاق، موصلی، اور الخطیب جیسے ہزاروں علماء اور فضلاء پیدا کیے، پھر وقت نے کروٹ بدلی اور اندلس کے مسلمانوں کا زوال شروع ہوگیا۔

پھر قدرت نے یوسف بن تاشفین کی صورت میں اندلس کے مسلمانوں کو سنبھلنے کا بہترین موقع فراہم کیا؛ مگر ان کے نصیب میں زوال لکھا جا چکا تھا۔

الداخل کی عظیم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہوگئی، سرقسطہ قشطالیہ اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے عظیم علم وہنر کے مراکز مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنے شرع ہو گئے، دوسری طرف اراغون کی حکمران ازابیلا نامی ملکہ تھی جو تاریخ میں ملکہ ازابیلا کے نام سے مشہور ہوئی، اور قسطلہ کا شاہ فرنڈیڈ نامی متعصب مسیحی شخص تھا، یہ دونوں حکمراں شدت پسند اور مسلمان دشمن تھے، یہ دونوں اندلس سے مکمل طور پر مسلمانوں کا خاتمہ چاہتے تھے، اسی مشترکہ مفاد کے تحت ان دونوں حکمرانوں نے ء میں اراغون اور قسطلہ کی ریاستوں کو باہم مدغم کرلیا اور آپس میں شادی کر لی۔

ء تک اندلس کے مسلمان غرناطہ کی ریاست تک محدود ہوکر رہ گئے تھے، سارا اندلس ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ مسلمان اندلس پھر سے سمٹ کر غرناطہ میں اپنی بقا کی لڑائی میں مصروف تھے، غرناطہ کا موجودہ حکمران ایک نڈر اور قابل شخص مولائے ابوالحسن تھے۔

اہل اندلس کو طویل عرصے بعد ایک لائق حکمران نصیب ہوا تھا، سلطان ابوالحسن سیمسلمانوں کی توقعات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان کا بھائی محمد بن سعد الزاغل جو مالقہ

کے علاقے کا حکمران تھا اور جب اس نے یہ محسوس کیا کہ مسیحی ان دونوں بھائیوں میں پھوٹ ڈلوانا چاہتے ہیں تو الزاغل فوراً غرناطہ پہنچا اور اس نے مالقہ کے تخت سے دست بردار ہوتے ہوئے ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس طرح ابوالحسن طاقتور ہو گیا جب فرنڈیڈ نے ابوالحسن سے خراج طلب کیا تو اس نے وہ تاریخی جواب دیا جو ہمیشہ کے لیے تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔

ابوالحسن کا جواب

غرناطہ کے ٹکسال میں مسیحیوں کو دینے کے لیے سکوں کے بجائے اب فولاد کی وہ تلواریں تیار ہوئی ہیں جو ان کی گردنیں اتار سکیں، یہ جواب سن کر فرنڈیڈ اور ازابیلا مبہوت ہو کر رہ گئے، انہوں نے ابوالحسن سے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کیا اور خاموشی سے جنگی تیاریاں تیز کر دیں اور ابوالحسن بھی غافل نہیں تھا۔

آخر کار غرناطہ کے سرحدی مقام لوشہ میں سلطان ابوالحسن اور فرنڈیڈ کا ٹکراو ہو گیا، اہل غرناطہ قوت اور عدد دونوں اعتبار سے مسیحیوں کی مشترکہ افواج کے مقابلے پر کمزور تھے، مگر ان کو علم تھا کہ اندلس میں یہ ان کے پاس یہی آخری خطہ اراضی رہ گیا ہے، اس کے دفاع کے لیے اہل غرناطہ نے سردھڑ کی بازی لگا دی آخر کار لوشہ کے میدان میں طارق بن زیاد کی یاد تازہ کرتےہوئے ابوالحسن نے فرنڈیڈ کو شکست فاش سے دوچار کیا، ابھی ابوالحسن لوشہ کے میدان میں ہی تھا کہ غرناطہ میں اس کے ولی عہد اور بیٹے ابوعبداللہ نے بغاوت کر دی اور غرناطہ کے تخت کا مالک بن بیٹھا، مسیحیوں سے جہاد میں مشغول مسلمان کے لیے یہ خطرناک اطلاع تھی۔

لوشہ کی فتح کے بعد وہ ابوالحسن کی سربراہی میں اندلس میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب دیکھ رہے تھے ابوعبیداللہ کی بغاوت نے ان کے ہوش اڑا دیے اور سلطان ابوالحسن کو مجبوراً لوشہ چھوڑ کر مالقہ میں پناہ لینی پڑی، ابوعبداللہ کی اقتدار کی ہوس نے غرناطہ کی سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، بجائے باپ کے ہاتھ مضبوط کرنے کے ابوعبداللہ اس کی سلطنت کے درپے ہو گیا۔

دوسری طرف مسلمانوں کو دو حصوں میں بٹا ہوا دیکھ کر شکست خوردہ فرنڈیڈ کو حوصلہ مل گیا اور اس نے مالقہ پر حملہ کر دیا، مالقہ میں ابوالحسن اور فرنڈیڈ کو برسرپیکار دیکھ کر ابوعبداللہ نے بے غیرتی

کی انتہا کرتے ہوئےابوالحسن پر پشت سے حملہ کر دیا، ابوالحسن تجربہ کار سپہ سالار تھا، اس نے ایک طرف تو مسیحیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دوسری طرف ابوعبداللہ کو واپس غرناطہ جانے پر مجبور کر دیا۔

اسی دوران ابوعبداللہ اور فرنڈیڈ کا لوشہ کے مقام پر آمنا سامنا ہوگیا، ناتجربہ کار ابوعبداللہ نے شکست کھائی اور گرفتار ہوگیا، بیٹے کی بغاوت نے ابوالحسن کو بیمار کر دیا، اس پر زبردست فالج کا حملہ ہو گیا، اسنے ریاست سیکنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اپنے بھائی الزاغل کو غرناطہ کا تخت سنبھالنے اور فرنڈیڈ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا، اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی (انااللہ وانا الیہ راجعون)

الزاغل غرناطہ پہنچا اور اس نے مسلم افواج کی از سر نو تنظیم شروع کر دی، الزاغل بلاشبہ ابوالحسن کا حقیقی جانشین تھا ممکن تھا کہ اپنی دلیری اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتیہوئے وہ اندلس کے مسلمانوں کا نجات دہندہ بن جاتا، مگر اس موقع پر ابوعبداللہ کا مکروہ کردار سامنے آیا، دوران قید فرنڈیڈ نے ابوعبداللہ کی خصلت پہچان لی، وہ سمجھ گیا کہ ابوعبداللہ کو مسلمانوں سے زیادہ اپنے اقتدار کی خواہش ہے، اب فرنڈیڈ نے ابوعبداللہ کو الزاغل کے خلاف استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا، اس نے یقین دلایا کہ وہ اس کو غرناطہ کا وارث تسلیم کرتا ہے، غرناطہ کا تخت حاصل کرنے میں ابوعبداللہ کی مدد کرے گا۔

فرنڈیڈ نے ابوعبداللہ کو آزاد کر کے مالقہ پہنچا دیا جہاں جہاں الزاغل کا قبضہ تھا، اس نے مسلمانوں کو یقین دہانی کرائی کہ فرنڈیڈ کے ساتھ اور اگر اہل مالقہ ابوعبداللہ کا ساتھ دیں گے تو وہ ان کی مسحیوں سیصلح کروا سکتا ہے، جنگ وجدل سیگھبرائی قوم اس کی باتوں میں آ گئی، اور انہوں نیمالقہ پر ابوعبداللہ کی بالادستی تسلیم کر لی، اب ابوعبداللہ نے الزاغل کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ لوشہ کا قلعہ اس کے حوالے کر دے تو ان دونوں کی صلح ہو سکتی ہے، اس طرح مسیحیوں کی مشترکہ افواج کا مقابلہ دونوں مل کر کریں گے، لوشہ کا قلعہ دراصل غرناطہ کا دفاعی مورچہ تھا، فرنڈیڈ کئی سال سے لوشہ پر قبضہ کرنے کی طاق میں تھا، اس طرح اس کا راستہ غرناطہ تک آسان ہو جاتا، الزاغل نے ابوعبداللہ کا کہنا مان لیا، اور لوشہ کا قلعہ اس کے حوالے کر دیا، لوشہ پر قبضہ دراصل اندلس پر قبضہ کا پیش خیمہ تھا، اس نے فوراً فرنڈیڈ کو لوشہ آنے کی دعوت دے ڈالی، مسلمان حیران و پریشان ہو گئے کہ جس لوشہ کی حفاظت کے لیے انہوں نے سالوں سے سردھڑ کی بازی لگا دی وہ بغیر کسی خون خرابے کے فرنڈیڈ کو مل گیا۔

ادھر مالقہ میں جب مسلمانوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نیا ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کردی، اس پر فرنڈیڈ نے مالقہ کا محاصرہ کرلیا، اہل مالقہ کی مدد کے لیے الزاغل غرناطہ سے روانہ ہوگیا، غرناطہ کو خالی دیکھ کر ابوعبداللہ کو سنہرا موقع مل گیا اس نے فوراً غرناطہ پہنچ کر غرناطہ کے تخت پر قبضہ کرلیا۔

اب یہاں سے المناک داستان کا وہ باب شروع ہوتا ہے جس کا انجام مسلمانانِ اندلس کی مکمل بربادی پر ختم ہوتا ہے، وہ لوگ جو آٹھ سو سال قبل اندلس میں روشنی کا پیغام لیکر آئے تھے اور روشنی کی مانند پورے اندلس میں پھیل گئے تھے، وہ راستہ بھول گئے۔

افراد راستہ بھول جائیں تو گھرانے تباہ ہوجاتیہیں، مگر جب قومیں راستہ فراموش کردیں تو سلطنتیں برباد ہوجاتی ہیں، اندلس کے مسلمانوں کیساتھ بھی یہی ہوا، غرناطہ پر ابوعبداللہ کا قبضہ بھی مسلمانانِ اندلس کے لیے بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

ابوعبداللہ کو بیٹا کہنے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا دم بھرنیوالا فرنڈیڈ اب اپنے اصلی روپ میں آ گیا، قرآن کریم نے سچ کہا ہے کافر کبھی کسی کے دوست نہیں ہوسکتے، اس نے ابوعبداللہ کو پیغام بھجوایا کہ اب غرناطہ کی چابیاں مسیحیوں کے حوالے کردی جائیں، یہ پیغام ملتے ہی ابوعبداللہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی، اپنوں سے غداری کرنے کا انجام اسے نظر آنے لگا، لیکن اہل غرناطہ موسیٰ اور طارق کے فرزند تھے، انہوں نے آخری دم تک جنگ لڑنے کا ارادہ ظاہر کیا، اہل غرناطہ اور فرنڈیڈ میں سخت لڑائی لڑی گئی، بہت سے علاقے فتح کیے، قدرت نے قوموں کو سنبھلنے کے لیے کئی مواقع دیتی ہے، یوسف بن تاشفین کی آمد سیلے کر ابوالحسن کے تخت نشینی تک اہل اندلس کو سنبھلنے کے کئی موقع ملے، مگر اقتدار کی خواہش اور ہوس میں اپنوں سے غداری نے اہل اندلس کو برباد کر کے چھوڑا۔

اندلس کیآخری مسلم ریاست غرناطہ کا حکمراں ابوعبداللہ جب وہ غرناطہ کی چابیاں مسیحی حکمرانوں کے حوالے کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غرناطہ سے جلاوطن ہورہا تھا، اس نے جب آخری نگاہ اپنے آباؤ اجداد کے ورثے پر ڈالی، تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اس کی والدہ نے (یعنی سلطان ابوالحسن کی زوجہ) وہ تاریخی الفاظ کہے جس کو ہر دور کی تاریخ میں ایسے حالات پر دہرایا جاتا ہے:

روتے والے تجھے رونے کا سلیقہ ہی نہیں
اشک پینے کے لیے ہیں نہ کہ بہانے کے لیے

جس چیز کی حفاظت تم مردوں کی طرح نہیں کر سکتے اس کے چھن جانے پر عورتوں کی طرح آنسوں بہانے سے کیا فائدہ۔

اس مقام پر جہاں ابوعبداللہ کی آہ نکلی تو مسیحیوں نے مسلمانوں کی شکست کی علامت کے طور پر محفوظ کر لیا اور اس حالت کو مسلمانوں کے لیے لفظ مور سے یاد کرتیہیں، اسپین میں آخری مسلم امارت غرناطہ کے حکمران ابوعبداللہ نے تاج قشتالہ اور تاج آراغون کے مسیحی حکمرانوں ملکہ ازابیلا اور شاہ فرنڈیڈ نے صدیوں پر محیط مسلم اقتدار (ھ بمطابق ء میں)کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

(ابن اثیر، عنایت اللہ التمش)

کیوں ہر عروج کو یہاں آخر زوال ہے
سوچیں اگر تو صرف یہی اک سوال ہے
تباہ خود کو اس سے لازوال کرتے ہیں
ہمارے لوگ جنوں میں کمال کرتیہیں
مگر یہ راز فقط تتلیاں سمجھتی ہیں
چمکتے رنگ بھی جینا محال کرتے ہیں
کبھی کبھی تو درندوں پہ پیار آتاہے
تمام شہر کی یوں دیکھ بھال کرتے ہیں
وہ یوں ثبوت عروج وزوال دیتا تھا
اٹھا کے ہاتھ میں پتھر اچھال دیتا تھا
زمیں کے جسم کو ٹکڑوں میں بانٹنے والے
کبھی یہ غور کرو کائنات کس کی ہے
سنا ہے ڈوب گئی بے حسی کے دریا میں
وہ قوم جس کو جہاں کا امیر ہونا تھا

حکمرانِ اندلس

یہاں سے ان حکمرانوں کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے اندلس میں کسی نہ کسی اعتبار سے کچھ نہ کچھ خدمت انجام دی ہے:

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہی طارق بن زیاد ہیں جنہوں نے اندلس کو فتح کیا اور اسلام کا پرچم پورے سرزمین اندلس پر لہرایا اور اسلامی ممالک کا دائرہ وسیع کیا ان کی تفصیل فتح اندلس میں گزر چکی ہے۔

موسی بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی فاتح اندلس ہیں، اپنی مدبرانہ ومفکرانہ سوچ وفکر ودانش مندی سے لشکر فراہم کیا، اور اندلس میں اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے راستہ ہموار کیا، اور طارق کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگائی، ایک نمایاں کردار نبھایا اور فاتح اندلس کے لقب سے مشہور ہو گئے، ان کا بھی ذکر فتح اندلس میں گزر چکا ہے۔

ان دونوں حضرات کا اندلس میں قیام

یہ دونوں حضرات ھ میں اندلس سے واپس بلا لیے گئے، اندلس میں طارق کا قیام تین سال چال مہینے اور موسی کا دو سال چار مہینے رہا۔

عبدالعزیز بن موسی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالعزیز اندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی، لڑائیوں کے ہیبت ناک اثرات کو دور کیا، ملک میں امن، سکون اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا، رعایا کی دل دہی کے وسائل اختیار کیے، خصوصا عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لیے مجلس شوری بنائی، محاصل کی وصولی کے

لیے محصل نامزد کیے، دیوانی اور فوج داری مقدموں کے لیے قاضی مقرر کیے، عیسائیوں کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا رواج دیا، کاشت کاروں کو زراعت کی ترغیب دی، زرخیزی وخوشحالی بڑھانے کے لیے وسیلے اختیار کیے، ملک میں جا بجا فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے، ان انتظامات سے تجارتی کاروبار جاری ہوا اور تاجروں کے قافلے تجارت کا مال لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر کو آنے جانے لگے۔

ان کی فتوحات کا دائرہ

اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں بھی جاری رکھیں؛ چناں چہ مختلف سمتوں میں فوجیں گئیں اور موجودہ پرتگال کا وسطی وجنوبی علاقہ لوسی ٹینیا اور شمالی ومشرقی علاقہ میں ارض بشکنس اور رنیرہ کے علاقے اسلامی حدود وحکومت میں داخل کیے، ان کے حسن تدبیر سے اندلس میں اسلامی سطوت وعظمت کا سکہ جم گیا۔

لیکن بدقسمتی سے یہ بھی اپنوں کی شازشوں کا شکار ہو گئے، اس لیے ان کو زیادہ حکمرانی کا موقع نہ مل سکا، وجہ یہ تھی کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک موسی بن نصیر سے حسد کرتا تھا؛ اس لیے وہ موسی کے لڑکوں کو بڑے بڑے خطوں پر حکمراں نہیں دیکھ سکتا تھا اور بغیر کسی سبب کے معزول کرنا بھی آسان نہیں تھا، خصوصا جب کہ موسی کے منار کی کامیابی کی خبر اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لیے سلیمان نے افریقہ واندلس کے ممتاز سرداروں سے درپردہ سازش کی اور انہیں قتل کرانے کا فیصلہ کرلیا، ہر جگہ عبدالزیز کو اس نے عیسائی ہونے کو عام کیا اور ان کو بدنام کرنے لگا یا چنان چہ ایک خاص دستہ ان پر حملہ آور ہوا جب وہ صبح کی نماز مسجد میں پڑھ رہے تھے، سورہ فاتحہ ختم کر کے سورہ واقعہ کی قرأت شروع کی تھی، تلواریں سونت کر آگے بڑھے اور ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا، یہ حادثہ ماہ رجب ھ مطابق مارچ ء میں پیش آیا۔

حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کیسر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا، سلیمان نے موسی کو بلا بھیجا اور مقتول کے سر کو طشت میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا، اس پر نظر پڑتے ہی موسی کے دل وجگر پر ایک قیامت گزر گئی، اس نے اپنے آنسو ضبط کیے اور کہا : اس کو جام شہادت نوش کرنا

مبارک ہو، خدا کی قسم یہ قائم اللیل وصائم النہار تھا۔

ابن اثیر کہتے ہیں : عبدالعزیز کے قتل کے واقعہ کو سلیمان کی لغزشوں میں ایک لغزش شمار کیا جاتا ہے۔(ابن اثیر، نفح الطیب عقری)

حر بن عبدالرحمان ثقفی

یہ حکمراں ھ میں اندلس آیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہوسکا، اس نیا یسا طرزعمل اختیار کیا کہ لوگ اس سے بددل ہوکر کنارہ کش ہونے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے طرز حکومت سے عیسائی، مسلمان عوام اور حکومت کے عام عمال اس سینالاں ہو گئے، اور اس کی سخت گیریوں سے گھبرا کر اس سے گلوخلاصی کے خواہش مند نظر آنے لگے، اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ دمشق میں مسند خلافت پر جولہ افروز تھے، انہوں نے اہل اندلس کی درخواست منظور کر لی اور حر کو معزول کردیا، اس کے بعد ایک ایسیتجر بہ کار متدین شخص کو اس عہدہ کے لیے منتخب کیا چناں چہ سمح بن مالک خولانی نے ماہ رمضان ۱۰۰ھ میں اندلس پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں لی۔

(ابن قرطبہ : ص، تاریخ اندلس : ص، ابن اثیر)

سمح بن مالک خولانی

سمح بن مالک خولانی افریقہ کے سپہ سالار تھے، وہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں افریقہ کا سالانہ خراج لے کر دمشق گئے سمح بن مالک بڑی حسن تدبیر اور عدل وانصاف سیحکمرانی کرتے تھے، انہوں نے بہت سے شہروں کو فتح کیا، اور مسیحی قوم کو شکست کی راہ دکھلائی، فرانس پر دوسرا حملہ موسی بن نصیر کے بعد ان کی امارت میں ہوا، اور یہی فرانس پر سب سے بڑا حملہ بنا، فرانس اس دور کا سب سے متمدن وترقی یافتہ شہروں میں سیتھا انہی کے دور میں مستقل اسلامی قبضہ میں آیا۔

اس زمانہ میں مسلمانوں سے مقاومت کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی ؛اس سمح دوسرے شہروں کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ صوبہ ایکوٹیں کا رخ کیا سمح کا ان سے سخت مقابلہ ہوا امیر سمح دو دو مرتبہ ذوق شہادت میں آگے بڑھے، بالآخر اس جنگ میں انہوں

نے جام شہادت نوش کیا، یہ حادثہ ماہ ذی الحجہ ھ مطابق ماہ جون ء میں پیش آیا، امیر سمح کے شہید ہوتے ہی مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اوراس پریشانی کی حالت میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، باقی ماندہ سپاہیوں نے ایک ممتاز قائدعبدالرحمان بن عبداللہ غافقی کوامیر منتخب کرلیا۔

عبدالرحمان غافقی

یہ فنون سپہ گری میں ماہر سمجھے جاتے اوراس دور کے ممتاز اہل علم میں سےتھے، ان کی خوبیوں کی وجہ سےطلوشہ کے میدان میں انہیں امیر بنایا گیا، سمح کی شہادت کے بعد نازک حالات میں غافقی نیا پنے تدبر ودانائی سیاس لشکر کوگھیرے سے باہر نکالا، غافقی نے بہت سی بغاوتوں کا قلع قمعہ کیا، امن وآمان کی فضا ہموار کی، لیکن اپنوں کی بغاوت نیانہیں معزول ہونے پر مجبور کر دیا۔مقات مل نہ سکا۔ان کی وفات کی تاریخ نہیں مل سکی۔

(ابن خلدون:جس، مجموعہ اخبار اندلس)

عنبسہ بن سحیم کلبی

عنبسہ بن سحیم خانوادہ کلبی کے ایک ممتاز رکن تھے،انہوں نے اپنی حسن تدبیر وخوش انتظامی سیاندلس میں حکومت کیفرائض انجام دیے اور بہت سے بغاوتوں کوفرو کیا اورامن وامان کی فضا ہموار کی، نئی اصلاحات رائج کیں، نئے نظام میں اندلس کے عیسائیوں اور ذمیوں کا خاص طور پر لحاظ رکھا، افریقہ سے بربر کا ایک بڑا قافلہ اندلس میں آباد ہونے کیلیے آیا توان کے لیے زمینوں کا بندوبست کیا اور مناسب طریقوں سیانہیں مختلف شہروں میں آباد کیا، پالایو کی سرکردگی میں عیسائیوں میں جوتنظیم ہورہی تھی، اس قوت کومنتشر کرنے پرسب سے زیادہ توجہ دی، جلیقیہ میں ایک خبیث غلام تھے، جس کو بلائی کہا جاتا تھا، وہ مسلمان کے خلاف سازشیں رچتا تھا، اور عیسائیوں کا ایجنٹ تھااس کا کام تمام کیا جومسلمانوں کے لیےخطرناک بنا ہوا تھا، فرانس پر تیسرا حملہ انہی سرکردگی میں ہوا، فرانس کےحملوں کے بعد واپس ہورہے تھے، کہ عقب سیعیسائی اپنا لشکر لےکرآ پہنچے عنبسہ خود مقابلہ کے لیےنکل پڑے اور جام شہادت نوش کیا، یہ سانحہ ماہ شعبان

ھ مطابق جنوری ء میں پیش آیا۔ (نفح الطیب ،ابن اثیرج:)

یحیی کلبی

ان کو والی افریقہ نیاہ شوال ھ میں اندلس کا والی بنا کر یہاں بھیجا؛ لیکن اندلس کے باشندگان اس سے خوش نہ تھے ؛ کیوں کہ وہ لوگ ان کے اندر قائدانہ صلاحیت نہیں دیکھتےتھے ،اس لیے اہل اندلس نیان کو واپس افریقہ بھیجنے کی درخواست کر دی اوران کو معزول کر دیا گیا۔

(نفح الطیب ،ابن اثیر)

حذیفہ بن احوص قیسی

یہ ماہ ربیع الاول ۰ ھ میں اندلس آئے ، انہوں نے آتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی اور ایک نئے شہر مقوشہ کو فتح بھی کیا ،لیکن چند ہی مہینے کے بعد ہی ماہ محرم میں انہیں معزول کر دیا گیا۔

ہیثم بن عبید کلابی

ان کو تقریبا ایک سال تک حکمرانی کا موقع ملا ، انہوں نے کھل کر بنو کلب کی مخالفت کی اور امن وامان قائم کرنے کے لیے والی افریقہ کی ہدایت کے مطابق بنو کلب کے چند ممتاز رئیسوں کو گرفتار کر لیا اوران کے سرخیل سعد بن جواس کلبی کو قتل کرا دیا گیا ،اور لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے عیسائی حکومت کے خلاف لشکرکشی تاخت کی ،لیکن بنو کلب کے درمیان اس کے خلاف انتقام کی جو آگ بھڑک اٹھی تھی ، وہ فرو نہیں ہوئی اوران کو خفیہ طریقہ پر قتل کر دیا گیا ، اندلس کی ولایت کا منصب پھر خالی ہو گیا۔ (تاریخ اندلس)

عبدالرحمان بن عبداللہ غافقی

ان کو اندلس میں ہر دل عزیزی حاصل تھی ، جس زمانہ میں ان کا پروانہ تقرری پہنچا ، یہ حکومت وقت کے خوف سے روپوش تھے ، خلیفہ ہشام بن عبدالملک کیقاصد نے ان کو تلاش کر

کے فرمان تقرری سپرد کیا اور غافقی نے عنان حکومت سنبھال لی، جن مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے معزول کئے گئے تھے، وہ اب بھی موجود تھے، لیکن اس بار ان کی مخالفت کی پروا کیے بغیر اور کھلے طور پر شامی جماعت کو اپنا ہمنوا بنالیا اور بڑی جرأت سے مخالفین کی سرکوبی کی اور مطلق العنان طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگے، ملک میں اصطلاحات رائج کیں، خرابیوں کو دور کیا، اس نیمعاہدہ کیخلاف جو نئے گرجیت عمیر ہوئے تھے، ان کو مسمار کرالیا اور جہاں جہاں معاہدہ کے خلاف پرانے گرجوں کو بند کیا گیا تھا اور جائیدار دیں ضبط کی گئی تھیں وہاں ان گرجوں کو کھلوایا اور جائدادیں واپس کرائیں، ملک میں رشوت کا بازار گرم تھا، سختی سیروک تھام کی اور امن وامان قائم کیا اس طرح حکومت کا کاروبار حسن انتظام کے ساتھ جاری ہوگیا، انہی کے سرکردگی میں فرانس پر تیسرا حملہ ہوا اور فرانسی بندرگاہ (براذیل) فتح کیا، غافقی وہاں سے بہت قیمتی ذخائر لائے اور اس کو تڑوا کر سپاہیوں میں تقسیم کر دیا، والی افریقہ نے یہ سن کر ایک تہدید آمیز مکتوب بھیجا، غافقی نیاس کی پرواہ نہ کی کیوں کہ خود اس کا دامن پاک تھا، اس نے جواب میں صرف یہ لکھا:

اگر زمین وآسمان کے تمام ذرائع مسدود ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیلیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا، غافقی پائرس سے ٹورس کی طرف بڑھا، کلیسا مارٹن میں دولت وثروت کا خزانہ جمع تھا، چارلس نے دولت کی حفاظت ضروری سمجھی اور سینٹ مارٹن کے میدان میں فوج لا کر مورچے جما دیئے، دوسری طرف اسلامی لشکر نے بھی اپنے خیمے ڈال دیئے، دونوں فوجیں ایک ہفتہ تک آمنے سامنے ایک دوسرے کے حملہ کے انتظار میں خاموش کھڑی رہیں، بالآخر غافقی نے حملہ کر دیا، رات کی تاریکی سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوتیں، صبح ہوتے ہی پھر معرکہ کا بازار گرم ہوا، یکا یک کاونٹ نے ایک مورچہ سے بڑھ کر ایسی تیزی سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، لیکن غافقی نے مورچہ کو سنبھالنا چاہا مگر بدقسمتی سے وہ خود زخمی ہوکر گر پڑے، غافقی کا دم توڑنا تھا کہ مسلمانوں میں بھی رہی سہی ہمت بھی پست ہوگئی، وہ راتوں رات میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ لڑائی ماہ رمضان ھ مطابق اکتوبر ء میں ختم ہوئی، اس لڑائی کی تاریخی حیثیت حاصل ہے مغربی مورخین کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، اور فرانس میں مسلمانوں کے حقیقی پیش قدمی کا سلسلہ رک گیا، اس جگہ کو بلاط الشہداء کے

نام سے یاد کیا جاتا ہے۔(نفح الطیب مقری، تاریخ عرب)

عقبہ بن حجاج سلوبی

یہ طبعاً خوش اخلاق و نیک کردار تھے، انتظامی صلاحیتیں بھی ان میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں، حکومت کے شعبوں میں ردو بدل کر کے ان کو مختلف ودادوین میں تقسیم کیا، خصوصاً تعلیم اور محکمہ عدالت وانصاف پر توجہ کی اور حکومت کی انتظامی بنیادیں پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئیں۔

اسلامی لشکر کے لیے نئی چھاونیاں بسائیں اور فرانس کے بعض علاقہ پر حملہ کیا، اور اندلس کے بہت سے شہروں کو اسلام کے زیرنگیں لائے، ان کے دور میں اسلام کی اشاعت میں بڑی ترقی ہوئی، اندلس کی ہمسایہ عیسائی حکومتیں اسلامی اندلس کے اس سیاسی ماحول میں نصب اور معزول سے ناآشنا نہیں تھیں، انہوں نے موقع شناسی سے کام لیا، اور ملک میں ایک ناخوشگواری کی ہیجانی لہر پیدا کردی، اس کیبرے نتائج سامنے آگئے، افریقہ کے والی نے ان کے ساتھ ایک دوسری ستم ظریفی کردی، یعنی عقبہ جیسے ہوش مند، دوراندیش والی کی خدمت سے اس کو محروم کردیا، انہیں اندلس سے واپس افریقہ بلا لیا، اندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہاں کے حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے اور وہ قائم مقام والی کے قابو سے باہر ہوگئے۔

اسکے بعد عقبہ کو اندلس آنے کا موقع نہ ملا، ماہ صفر ھ میں وفات پائی۔(نفح الطیب بحوالہ ابن اثیر)

عبدالملک بن قطن فہری

یہ پہلے بھی اندلس کے والی رہ چکے تھے، اور وہ اپنے خیال میں غیر منصفانہ طور پر اس منصب سے معزول کئے گئے تھے، ان کی عمر تقریباً نوے سال کی تھی، وہ واقعہ حرہ میں شریک تھے جس میں یزید بن معاویہ نے مدینہ منورہ کی بے حرمتی کر کے مدینہ میں قتل عام کرایا تھا؛ اس لیے شامیوں یعنی امویوں اور ان کے مددگاروں سے ان کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے، دوبارہ سرے سے اقتدار سنبھالنے کے بعد بھی شامیوں سے ناچاکی رہی، شامیوں نہی بربروں کی یورشوں کو ختم کیا تھا، اور کچھ ان لوگوں نے عبدالملک سے شرائط رکھیں ؛ لیکن عبدالملک نے اس کو قبول نہ کیا

؛اس لیے ان لوگوں نے اس اختلاف کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرنا چاہا؛لیکن اہل یمن اس کی حمایت میں کھڑے ہوگئے اوران کو بچالیا پھر عبدالملک حکومت سے کنارہ کش ہوگئے اوراپنے ذاتی مکان میں اٹھ آیا جودارابی ایوب کے نام سے موسوم تھا۔(نفح الطیب بحوالہ سابق ابن اثیر:جص (

بلیج بن بشر قسیری

خلیفہ ہشام کے فرمان کے بموجب شامی لشکر کا امیر تھا؛لیکن اہل اندلس اس کی بالواسطہ سند امارت کو قبول نہیں کر سکے،عبدالرحمان بن علقمہ نے کہا مجھے بلیج کی شناخت کروا دوتو میں اس کو ماروں گا، ورنہ مرجاوں گا، یہ عبدالرحمان عبدالملک کا مقرر کیا ہوا والی تھا،عبدالملک کے قتل سے متاثر تھا،اس نے لوگوں کیساتھ بلیج سے عبدالملک کے قتل کا بدلہ لینے کا مطالبہ کیا جس کے نتیجہ میں وہ اس سے جنگ کے لیے تیار ہوگیا، چنان چہ بلیج ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا اور ہاتھ میں عبدالرحمان نے قریب پہنچ کر سر پرتلوار کے دووار کیے،جس کے سلیب زخموں سے جان بر نہ ہو سکا اور ماہ شوال ھ ء میں وفات ہوگئی۔ (نفح الطیب بحوالہ سابق:ابن اثیر)

ابوالخطار حسام

ابوخطار طبعًا ہوش مند،صاحب الرائے ،ماہراور تجربہ کار ہر نیک شہرت اور جری وشجاع تھے، وہ دمشق کے ممتاز روساء میں سے تھے،اوراپنے اخلاق وکردار کی بلندی کے سبب ان کو عام ہردل عزیزی حاصل تھی، اندلس کے عربوں نے ان کے ورود کو اپنے حق میں مبارک سمجھا،ان کے برسرے اقتدار آتے ہی ملک میں مختلف قسم کی سازشوں کو ختم کیا،امن قائم کیا،اور بہت سے اہم معالے کو اپنی دوراندیشی سے فروکیا،انسان اچھائی کا کام کرے یا برائی کا اس کے حاسدین ہر جگہ ہوتے ہیں؛اسی لیے ان کے بھی حاسدین کی تعداد کم نہ تھی،چارسال چند مہینے کے بعدان کی حکومت کا زوال آ گیا۔ (افتتاح اندلس،تاریخ)

ثوابہ بن سلمہ حدّائی

یہ اگرچہ بزور شمشیر امارت کے منصب پر بٹھایا گیا، اور ایک سال تک حکمرانی کرتا رہا، اور ماہ شعبان میں اس کی وفات ہوگئی۔

یوسف بن عبدالرحمان

یہ افریقہ واندلس کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے دادا حضرت عقبہ بن نافع افریقہ کے فاتح اور قیرون کے بانی تھے، انہوں نے ستاون سال کی عمر میں اندلس کی عنان امارت اپنے ہاتھ میں لی، اور پورے نظم ونسق بہادری شجاعت ودانش مندی اور دلیری کیساتھ حکومت کی پاسبانی کی، ایک سال کے بعد حکومت سے علیحدہ ہو گئے، لیکن چند سال بعد پھر امارت کواپنے ہاتھ لیااور بہت سے کارنامے سےانجام دیےاور پھر ہمیشہ کے لیے ھ ء میں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔اور عبدالرحمان الداخل کا ستارہ بلند ہوگیا۔

عبدالرحمان الداخل بانی دولت امویہ اندلس

عبدالرحمان ناموراموی خلیفہ ہشام کا پوتا، ھ میں بمقام دمشق میں پیدا ہوئے آخری اموی خلیفہ مروان کو ھ ء میں قتل کرنے کے ساتھ اموی شہزادوں کو تلاش کر کے تہ تیغ کیا گیا، اس داروگیر میں جس اموی شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع مل گیا وہ وہاں روپوش ہوگیا، ان ہی میں اندلس کیاموی سلطنت کا بانی عبدالرحمان تھا، بعد میں پورے شام میں امویوں کوامان دینے کی منادی کی گئی تو اموی خاندان کے لوگ باہر نکل آئے، لیکن عباسی حکمراں سفاح، نےیہ عہد توڑ دیا اور سب کوقتل کر دیا، عبدالرحمان اپنے بھائی کے ساتھ ایک گاوں میں چھپے ہوئے تھے، نکلنے میں جلد بازی نہ کی، اس نے حالات کی کوشش کی تفتیش کے لیے ایک قاصد بھیجا، وہ عین اس وقت پہنچا جب امویوں کے سر قلم کیے جارہے تھے، قاصد دوڑ کر واپس آیا؛ مگر راستہ میں پکڑا گیا، اور قتل کر دیا گیا۔عبدالرحمان اوراس کا کمسن بھائی دونوں بھاگے اوران کا پیچھا کیا گیا، دونوں دریائے

فرات کے کنارے پہنچ گئے آگے دریا پیچھے موت کے لشکر؛ لیکن دونوں تیرنے میں ماہر تھے، دریا میں چھلانگ لگادی، ابھی نصف دریا ہی پار کیا تھا کہ دشمن ان کو امن کی لالچ دے کر بلانے لگے، اور عبدالرحمان کا کمسن بھائی تھک چکا تھا، عبدالرحمان نے اس کو اپنی طرف بلایا اور مسلسل بلاتا رہا، مگر وہ دشمنوں کی باتوں میں آگیا اور واپس لوٹ آیا، لوٹتے ہی سواروں نے تیرہ سال کے اس نوعمر بچہ کو پکڑتے ہی قتل کر دیا، عبدالرحمان دریا کے پار اپنے بھائی کا خونی نظارہ دیکھ رہا تھا، پھر عبدالرحمان افریقہ پہنچ گیا۔

چناں چہ بہت جلد عبدالرحمان کی اندلس میں آمد ہوگئی، وہاں کے اموی لوگوں نے ان کا گرم جوشی کیساتھ استقبال کیا، اور اموی خاندان پھر برسرے پیکار آ گئے، پھر سولہ مہینوں تک تگ ودو میں اندلس میں اپنی عظیم الشان سلطنت قائم رکھی اور بہت سی بغاوتوں کو قلع قمع کیا، حکومت ودانش مندی کیساتھ نظام سلطنت قائم رکھا، اورعیسائیوں میں ان لوگوں کو جو ظلم وسفاکیت کے حدود پار کر چکے تھے، ان کو جمع وتلاش کر کے تہ تیغ کیا، اور صباح کو بھی قتل کیا گیا۔

وفات

اٹھاون سال کی عمر ماہ ربیع الاول ھ ء میں وفات پائی، عبدالرحمان کی بیس اولادیں تھیں، جن میں گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں، بیٹوں میں سلیمان، ہشام، اور عبداللہ ہوش منداور صاحب اقتدار تھے، اوراس کی زندگی میں امور سلطنت میں حصہ لیتے رہے تھے۔

کامیابی کے اسباب

اندلس میں ان کی کامیابی کا راز ان کا عزم، تدبر، دانائی، اور اصابت رائے کے ساتھ ہر عوام وخواص کے لیے ایثار کا دروازہ کھلا رکھا، ہر ایک کی فریادرسی سنتے، اوران کی امداد کے لیے کوشاں رہتے۔

کارنامے

قرطبہ میں سیر وتفریح کے لیا یک باغ بنوایا، جو جنت نما تھا اور دینا بھر میں بے نظیر تھا،

اور بہت سی مساجد کی بنیادیں رکھیں اور توسیع کی، ان ہی میں سے مسجد جامع ہے جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ قبل میں گزر چکا، دواوین اور دفاتر قائم کیے، محکمہ بنایا، ملک کے انتظام وانصرام کے لیے جگہ جگہ مختلف شعبے قائم کیے۔ (نفح الطیب، ابن اثیر)

ہشام اول

ہشام، عبدالرحمان کا تیسرا بیٹا تھا، اس کا بڑا بھائی سلیمان اور چھوٹا بھائی عبداللہ ہے، عبدالرحمان نے اس کو اپنی زندگی میں ہی اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا، ہشام جب بھی کسی مجلس میں حاضر ہوتے تو اپنے علم وادب اور تاریخ مراکز اور بہادر کے کارناموں اور تذکروں سے مجلس کو معمور کر دیتے تھے، ہشام کی یہ ادائیں ہر ایک کو پسند تھی، کیوں کہ یہ ذہین، علم پرور باوقار دانش مند، ہوش مند اور حسن اخلاق کے مالک تھے، حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی ملک کا نقشہ بدل دیا، امن وامان کی فضا قائم کر دی، علم کا ستارہ بلند کیا، ہر ایک کو شریعت کا پابند بنایا، لیکن اس کا بڑا بھائی سلیمان اس کے بالکل برعکس تھا، اسی نے ہشام کے خلاف بغاوت بلند کر دی اور لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرانے لگا، ہشام نے ان فتنوں کو بھانپ لیا، سلیمان روپوش ہو گیا اور بعد میں سلیمان کو ہشام نے جلاوطن کر دیا اور پھر دوسرے اہم امور پر لگ گئے، بہت سی فتوحات حاصل کیں۔

وفات

انتالیس سال چار ماہ کی عمر میں ماہ صفر ۰ ھ میں وفات پائی۔

ہشام کا زمانہ حکومت سات سال سات مہینے اور آٹھ دن رہا۔

اوصاف

وہ صاحب عمل وعزم، صاحب الرائے، عدل پرور، ارباب خیر وصلاح کے دوست، دشمنوں کے لیے سخت گیر اور جہاد کے شوقین تھے، ان کے زمانہ میں اسلام کو سربلندی اور کفر کو ذلت نصیب ہوئی، ہشام کی زندگی کا نمایاں پہلوں ان کا اتباع شریعت ہے، وہ خود بڑے صلاح

وتقوی کے ساتھ زندگی گزارتے، عبادت میں وقت صرف کرتے، باجماعت نمازیں پڑھتے تھے، مساجد اور مکاتیب اور دینی کاموں میں خوب روپیہ خرچ کرتے تھے، الغرض ہشام کے مختصر دور حکومت میں لوگوں کے دلوں میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور حکومت کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔
(نفح الطیب، ابن اثیر)

حکم بن ہشام

اس نے بائیس سال کی عمر میں حکومت کی زمام ہاتھ میں لی، عمر کا ابتدائی حصہ تعلیم وتربیت میں گزارا، نوجوانی میں برسرِ حکومت آجانے کی وجہ سے، نوجوانی کی خام عقلی سے خام کاری ظاہری ہوئی، عیش وعشرت میں پڑ کر غیر محتاط زندگی اختیار کر لی، عوام اس سے ناخوش تھی، اس لیے وہ حکم کی زندگی وہوس وناکی کی کو برداشت نہ کر سکے، ابتداءً موعظ وتلقین سے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی، لیکن سب تدبیریں ناکام رہیں۔

وہ مسلسل حکومت پر برسرِ اقتدار رہا، کچھ اچھے کارنامے انجام دیئے، اور بہت سی بغاوتوں کو فرو کیا، ایک اپنے چچا سلیمان کی سازش کو فرو کی اسی نے کئی بار بغاوت کی اور فوج کشی اور ہر بار شکست کھا کر فرار ہو جاتا تھا؛ لیکن ھء میں نئی فوج لے کر قلعہ خریش کینواح میں آیا اور سلیمان کے لشکر سے مقابلہ ہوا، اس بار شکست کھا کر بھاگا؛ لیکن حکم نے اس کا تعاقب کروایا اور پکڑا گیا، اس کو حکم کے پاس لایا گیا، حکم نے اس کو فوراً ہی قتل کروایا اور اس کا سر عبرت آموزی کیلیے قرطبہ بھیج دیا، اور اس کے اہل وعیال کو امن دے کر اپنے پاس بلوالیا۔

اور عبدالرحمان جو حکم کا بیٹا تھا، اس نے بھی علم بغاوت بلند کیا، حکم نے ان سب کو جو اس کے ساتھ شریک تھے، اپنے یہاں ایک دعوت پر مدعو کیا، اور محل کے وسط میں ایک بہت بڑا گڑھا کھودوایا، شاہی ضیافت کے لیے شام کا وقت مقرر کیا، پھر مدعو لوگ گروہ در گروہ صدر دروازے سے داخل ہوئے، اور ان کی سواریاں پشت کے دروازے پر کھڑی رہیں، اور وہ کھانے کے بعد ہشت دروازے سے رخصت ہو جائیں، چناں چہ مہمان گروہ در گروہ محل میں داخل ہوتے گئے، اور جلاد سب کا سر اتارتا گیا، اور عبدالرحمان وہیں کھڑا منظر دیکھ رہا تھا آنے والوں کی گردنیں

اڑائی جاتی رہیں اورتڑپتا ہوالاشہ اس گڑھے میں ڈھکیلا جاتا تھا۔

سرشام سے دوسری صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا، پانچ ہزار تین سو سے اوپر مقتولین کے لاشےگڑھے میں پہنچ گئے، طلوع صبح کے وقت آنیوالوں میں سے بعض لوگوں کوشبہ ہوا کہ جولوگ محل میں داخل ہوتے ہیں، واپس آتے دکھائی نہیں دیتے ان لوگوں نے سرکاری عمال سپوچھا، بتایا گیا کہ لوگ پشت کے دروازے سے واپس جاچکے ہیں، دریافت کرنیوالے پشت کے دروازے پر پہنچے ادھرکوئی بھی نظرنہیں آیا، پھرمحل میں فضاپرنظرپہنچی تو بخارات چھائے ہوئے دیکھے، یہ لوگ چیخ اٹھے کہ یہ باورچی خانہ کادھواں نہیں،خون سیال کے بخارات ہیں،اسی وقت شہر میں کہرام مچ گیا؛مگر لبیک کہنے والا کوئی موجود نہ تھا،جن لوگوں نے شور مچایا تھا ان کو پکڑ کرقتل کیا گیا،اب کوئی ایسا باقی نہ رہا، جوحکومت کی بغاوت کا خیال بھی اپنے ذہن میں لاسکتا، چنان چہ حکم نے اس کے بعد اپنے دورحکومت کا بقیہ زمانہ اطمینان سے گزارا،مقتولین کی مجموعی تعداد سات ہزار سے متجاوز ہوگئی،عبدالرحمان اس خونیں مناظر کوشب بھر بیٹھا دیکھتا رہا۔

وفات

حکم نے ذی الحجہ ھ ءکو باون سال کی عمر میں حسرت وندامت کیساتھ اس دارفانی کوالوداع کیا، حکم نے چھبیس سال حکمرانی کی، یہ اندلس کا پہلا حکمراں تھا جس نے فوج کے دستے شمار کے ساتھ بنائے،خدم وحشم بڑھائے،اوراپنے محل کی حفاظت کے لیے سوار کھڑے کئے اور جابر بادشاہانہ زندگی اختیار کی حکم کے انیس بائیس لڑکے اور بیس لڑکیاں تھیں۔(العجب راکش،ابن اثیر،تاریخ اندلس)

عبدالرحمان اوسط

سلطنت کے آئین وقوانین نئے سرے سے مرتب کیے،عبدالرحمان پہلاشخص ہے جس نے وزراء کے قصر میں آنے جانے اورراویوں پرگفتگوکرنے کے وہ طریقے مرتب کیے جوآج جاری ہیں۔

وفات

ماہ ربیع الآخر ھ ء باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، اکتیس سال تین مہینے حکمرانی کی، اس کا زمانہ امن وعافیت کا دور سمجھا جاتا تھا، اس کے زمانہ میں دولت وثروت کی بہتات رہی۔

(ابن خلدون، تاریخ اندلس)

مرثیہ اندلس

قصیدہ نونیہ کے نام سے مشہور مرثیہ ہے، جو اندلس کیمشہور ادیب اور شاعر ابوالبقاء صالح بن شریف الرندی الاندلسی کا ہے، جس کو اندلس کے مشہور مورخ المقری نے اپنی تاریخ نفح الطیب میں نقل کیا ہے، جس کو میں اردو ترجمہ کیساتھ نقل کررہا ہوں، یہ پر درد اور پر اثر قصیدہ اس قدر عام ہوا ہے کہ بعد میں آنیوالے لوگوں نیبعد کے المناک واقعات کیساتھ جوڑ دیا، یہ قصیدہ ہر ایک کے دل کو موہ لیتا ہے، اور اپنا ایک گہرا اثر چھوڑ دیتا ہے، ایک بار آپ بھی پڑھ کر دیکھیے!

لِـكُـلِّ شَيْـىءٍ إِذَا مَـاتَـمَّ نُـقْـصَـانٌ
فَلا يَـغِـرُّ بِـطِيْـبِ الْـعَيْـشِ إِنْسَـانُ

ہر چیز جب مکمل (عروج پر پہنچ جائے) ہو جائے تو اس کے نقصان (زوال) کا آغاز ہو جاتا ہے؛ چنان چہ کسی بھی انسان کو عمدہ زندگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

هِـيَ الْأُمُـوْرُ كَـمَـا شَـاهَـدْتَّهَـا دُوَلٌ
مَـنْ سَـرَّهُ زَمَـنٌ سَـائَتْـهُ اَزْمَـانُ

یہ تو بدلتے ہوئے حالات ہیں جیسا کہ تم نے مشاہدہ کیا، اگر کسی کو ایک زمانہ خوشی دیتا ہے، تو کئی زمانے اس کو تکلیف بھی دیتیہیں۔

وَهٰـذِهِ الـدَّارُ لا تُبْـقٰـی عَـلٰـی اَحَـدٍ
وَلَا يَـدُوْمُ عَـلٰـی حَـالٍ لَهَـا شَـانُ

یہ دنیا ہمیشہ کسی ایک کی نہیں رہتی نہ یہ کسی ایک حال پر قائم رہتی ہے۔

أيْــنَ الْــمُـلُـوْكُ ذَوُوْ التِيُـجَـانِ مِـنْ يَـمَـنٍ
وَأَيْــنَ مِــنْهُــمْ اَكَــامِيْــلٌ وَتِيْــجَــانُ؟

کہاں ہیں یمن کے تاجدار بادشاہ اوران کا تاج وتخت آج کہاں ہے؟

وَأيْــنَ مَــا شَــادَه شَــدَّادُ فِــى اِرَمٍ
وَأيْـنَ مَـا سَـاسَـهُ فِـى الـفَـرَسِ سَـاسَـانُ؟

ارم میں شداد کی بنائی ہوئی جنت کہاں ہے، فارسیوں کی سامان میں بنیاد رکھی گئی سلطنت آج کہاں گئی؟

وَأيْــنَ مَــا حَــازَهُ قَــارُوْنُ مِــنْ ذَهَــب
وَأيــنَ عَــادٌ وَشَــدَّادٌ وَقَــحْــطَــانُ؟

قارون کے جمع کردہ سونے کیخزانے کیا ہوئے؟ عادوشداداورقحطان آج کہاں ہیں؟

اَتٰــى عَـلَــى الْـكُـلِّ أمْــرٌ لَا مَـرَدَ لَــهُ
حَتّٰــى قَـضَـوْا فَـكَـائـنَّ الْـقَـومَ مَـا كَـانُـوْا

ان سب پر اللہ کا اٹل حکم فنا آیا، تو یہ سب مٹ گئے، یہاں تک کہ گویا یہ لوگ کبھی تھے ہی نہیں!

وَصَــارَ مَـا كَـانَ مِنْ مُـلْكٍ وَمِـنْ مَـلِكٍ
كَـمَـا حُـكِـىَ عَـنْ خَيَـالِ الـطِّيْفِ وَسْنَانُ

بادشاہت اور بادشاہ میں سے ہر ایک کا وہی حشر ہوا جو اونگھ کی حالت میں آنیوالے طیف خیال کا ہوتا ہے۔

فَــجَــائِــعَ الــدَّهْــرِ أَنْـوَاعٌ مُـنَـوَّعَةٌ
وَلِــلــزَّمَــانِ مَسَــرَّاتٌ وَأَحْــزَانُ

دکھ دینے والی آفات زمانہ سلسلہ نوع درنوع ہے اور زمانہ انسان کو کبھی خوشیاں دکھاتا ہے اور کبھی غموں سے دوچار کرتا ہے۔

وَلِلْحَوَادِثِ سُلْوَانٌ يَسْهُلُهَا
وَمَا لِمَا حَلَّ بِالْإِسْلَامِ سُلْوَانُ

ان حوادث کے لیے صبر وتسلی کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے جس سے ان کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے ؛لیکن جو آفات اہل اسلام پر پڑی ہیں، ان کے لیے کوئی سامان تسلی نہیں۔

وَهِيَ الْجَزِيرَةُ أَمْرٌ لَا عَزَاءَ لَهُ
هَوَى لَهُ أُحُدٌ وَانْهَدَّ ثَهْلَانُ

الجزیرہ (جزیرہ اندلس) پر ایسی آزمائشیں آپڑی ہیں جس کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا جو اگر احد یا ثہلان پہاڑ (نجد کا ایک عظیم پہاڑ) پر آ گریں تو یہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائے۔

اَصَابَهَا الْعَيْنُ فِي الْإِسْلَامِ فَامْتَحَنَتْ
حَتّٰى خَلَتْ مِنْهُ اَقْطَارٌ وَبُلْدَانُ

اس سے (اندلس کو) اسلام میں حاسدانہ نظر لگی؛ چناں چہ اس پر آزمائشیں آپڑیں یہاں تک کہ اس (اسلام) سے شہر اور علاقے خالی ہوتے چلے گئے۔

فَاسْئَلْ (بَلَنْسِيَّةً) مَا شَأْنُ (مُرْسِيَّةَ(
وَأَيْنَ (شَاطِبَةٌ) أَمْ أَيْنَ (جَيَّانُ (

لہٰذا بلنسیہ سے پوچھیے کہ مرسیہ کا کیا ہوا اور شاطبہ یا جیان اب کہاں ہیں؟

وَأَيْنَ (قُرْطُبَةُ) دَارُ الْعُلُومِ؟ فَكَمْ
مِنْ عَالِمٍ قَدْ سَمَا فِيهَا لَهُ شَانُ

اور کہاں ہے قرطبہ دارالعلوم؟ جہاں کتنے ہی علماء کا مرتبہ بلند ہوا۔

وَأَيْنَ (حُمَصُ) وَمَا تَحْوِيهِ مِنْ نُزَهٍ
وَنَهْرُهَا الْعَذْبُ فَيَاضٌ وَمَلْآنُ

اور کہاں ہے حمص (اشبیلیہ) اور اس کی سبزہ پوش شادابیاں اور اس کا دریا (وادالکبیر) جس کا پانی میٹھا اور لبالب بھرا تھا۔

قَوَاعِدُ كُنَّ اَرْكَانَ الْبِلَادِ فَمَا عَسٰى

اَلْبَــقَـــاءُ اِذَا لَــمْ تَبْــقَ ائَــرُكَـــانُ

یہ عظیم شہر اندلس کے ستون تھے، جب یہ ستون ہی نہ رہے تو سقوط اندلس سے کون روک پائے گا۔

تَبْــكِـي الـحَـنيـفيةُ البيـضـاءُ مِـنْ أَسَفٍ

كَـمَـــا بَـكَـــي لِـفـرَاقِ الإلفِ هَيُـمَـانُ

مسلمان شدت غم سے اس طرح روتے ہیں جیسا کہ شدید محبت کرنے والا اپنے محبوب کی جدائی پر روتا ہے۔

عَــلٰــي دِيَـــار مِــنَ الْاِسْلَامِ خَـــالِيَةً

قَـدْ أَقْـفَـرَتْ وَلَهَــا بِــالْكُـفْـرِ عُـمْـرَانُ

ان دیار پر جو کہ اسلام سے خالی ہوگئی اسلام سے دوری ان کا مقدر ٹھہری اور کفر نے ان میں ٹھکانہ بنالیا۔

حَيْــثُ الْـمَسَـاجِـدِ قَـدْ صَـارتْ كَنَـائِــسَ

مَـــافِيُهِـــنَّ اِلَّا نَــوَاقِيُـــسٌ وَصُـلْبَـــانُ

جہاں مساجد کو کلیساوں میں بدل دیا گیا، اور اب ان میں ناقوس اور صلیبیوں کیعلاوہ کچھ نہ بچا۔

حَتّــي الْـمَحَــارِيُــبُ تَبُكِـي وَهِـيَ جَـامِدَةٌ

حَتّٰــي الْــمَــنَــابِـدُ تَــرثٰـي وَهِــيَ عِيُـدَانُ

یہاں تک کہ محراب بھی روتے ہیں حالاں کہ وہ جامد (پتھر) ہیں اور یہاں تک کہ منبر بھی روتیہیں، حالاں کہ وہ محض پتھر ہیں۔

يَــا غَــافِلًا وَلَـــهُ فِــي الـدَّهْـرِ مَوْعِـظَةٌ

اِنْ كُـنُــتَ فِـي سِـنَةٍ فَــالـدَّهْـرُيَـقْـظَـانُ

اے غافل ! اور تیرے لیے زمانے میں نصیحت ہے اگر تو اونگھ یا خواب غفلت میں ہے تو زمانہ (دشمن) بہت بیدار ہے۔

وَمَاشِیًا مَرَمًا یُلْهِیْهِ موطنهُ
ائَبَعد حِمُصٍ تَغَرَّ الْمَرْءَ ائوُطانُ؟

راحت وآرام سے گھومنے والے جس کو اپنا وطن بہت لبھاتا ہے کیا حمص کے بعد بھی انسان کو وطن دھوکہ دے سکتے ہیں۔

تِلْکَ المصیبةُ أنَسَتُ مَا تَقَدَّ مَهَا
وَمَا لَهَا مَعَ طولِ الدَّهرِ نِسْیَانُ

یہ مصیبت ہے جس نے اپنے سے پچھلے تمام مصائب کو بھلا دیا، اور عرصہ دراز گزرنے کے باوجود بھی اس مصیبت کو بھلایا نہیں جا سکے گا۔

یَا رَاکِبِیْنَ عِتَاقَ الْخَیْلِ ضَامِرَةً
کَأَنَّهَا فِی مَحَالِ السَّبَقِ عُقْبَانُ

اے عمدہ تضمیر شدہ گھوڑوں پر سوار ہونے والے گویا دوڑ کے میدان میں عقاب ہوں۔

وَحَامِلِیْنَ سیُوفَ الْهِنْدِ مِرْهَفةُ
کَأَنَّهَا فِی ظَلَامِ النَّقَعِ نِیْرَانُ

تیز دھار کاٹ دینیوالی ہندی تلواریں اٹھائے ہوئے گویا وہ (تلواریں) گردوغبار کے اندھیرے میں چنگاریاں مارتی ہوئی آگ ہوں۔

أَعِنْدَکُمْ نبأً مِنْ أهْلِ أندلس
فَقَدْ سَرَی بِحَدِیْثِ الْقَوْمِ رُکْبَانُ؟

کیا تمہارے پاس اہل اندلس کی کوئی خبر ہے ان کے متعلق باتیں تو اب تمام سواریوں کی زبانوں پر زدعام ہیں۔

مَاذَا التَّقَاطُعُ فِی الْإِسْلَامِ بَیْنَکُمْ
وَأنتُمْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانُ؟

اسلام میں یہ باہمی قطع تعلقی وسنگ دلی کیسی؟ جب کہ تم اے اللہ کے بندوں آپس میں بھائی بھائی ہو۔

أَلا نُفُوسٌ أَبِيَاتٌ لَهَا هِمَمٌ
أَمَا عَلَى الْخَيْرِ انْصَارٌ وَأعْوَانٌ

کیا تم میں خوددار نفوس نہیں ہیں جو بلند پایہ ہمت کے مالک ہوں کیا خیر اور نیکی کی بنیاد پر مدد کرنیوالے تم میں ختم ہو گئے۔

يَامَنْ لِذِلَّةِ قَوْم بَعْدَ عِزِّهِمُ
أَحَالَ حَالَهُمُ جَوْرُ وَطُغْيَانُ

ہائے کون ہے اس قوم کے لیے جس کو عزت کے بعد ذلت سے دوچار ہونا پڑا جن کی حالت میں یہ تبدیلی کفار و سرکشوں نیکی۔

بِالْأَمْسِ كَانُوْا مُلُوْكًا فِيْ مَنَازِلِهِمْ
وَالْيَوْمَ هُمْ فِي بِلَادِ الْكُفْرِ عُبَادَانُ

کل وہ اپنے گھروں میں بادشاہوں کے مانند تھے، اور آج وہ بلاد کفر میں غلام ہیں۔

فَلَوْ تَرَاهُمْ حَيَارِيْ لَا دَلَيْلَ لَهُمْ
عَلَيْهِمْ مِنْ ثِيَابِ الذِلِّ الْوَانُ

اگر تو انہیں دیکھے تو حیران و پریشان بغیر کسی رہنما کے ہوں گے، ان کے اوپر دشمن نے مختلف رنگ کے ذلت کے لباس پہنا رکھے ہیں۔

وَلَوْ رَأيتَ بُكَاهُمْ عِنْدَ بَيْعِهِمْ
لَهَا لَكَ الْاَمْرُ وَاسْتَهوتكَ الْحزَانُ

پس اگر تو فروخت کے وقت ان کا رونا دیکھے تو یہ معاملہ تجھے اتنا عظیم دکھائی دے کہ تجھ پر غم و یاس کے بادل چھا جائیں۔

يَا رُبَّ أم وَطِفْلٍ حِيلَ بيْنَهُمَا
لَمَا تُفَرَقُ أروَاحٌ وَأبُدَانُ

ہائے کتنی ہی ماؤں اور بچوں کے درمیان جدائی ڈال دی گئی، جس طرح جسم سے روح کھینچ لی جاتی ہے۔

وَطِفْلَةً مِثْلَ حسنِ الشَّمْسِ إذ طَلَعَتْ
كَأَنَّمَا هِيَ يَاقُوتٌ وَمَرْجَانُ

اور کتنی ہی بچیاں جو طلوع ہوتے سورج کی مانند حسین تھیں، گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہوں۔

مَقُودُهَا العلجُ لِلْمكْرُوه مكرهةً
وَالْعَيْنُ بَاكِيَةٌ وَالْقَلْبُ حَيْرَانُ

ایک دشمن اسلام اس سے اس کی ناپسندیدگی کیباوجود مکروہ کام کیلیے ہانکتا ہوا لیجاتا ہے، اور آنکھ ہے کہ رو رہی ہے اور دل حیران ہے۔

لِمِثْلِ هٰذا يَذُوبُ الْقَلْبُ مِنْ كَمَدٍ
إِنْ كَانَ فِي الْقَلْبِ إِسْلَامٌ وَإِيْمَانُ

ایسیمناظر پر ہی تو دکھ اور جلن کے مارے دل پگھلتا ہے اگر دل میں اسلام اور ایمان کی دولت باقی ہے۔

ابوالبقاء شاعر نے اپنی آنکھوں کیسامنے اندلس کیحال زار اور اندلس کےمختلف شہروں کے سقوط اور مسلم حکمرانوں کے دستبردار ہونے دیکھ کر یہ قصیدہ کہا۔ (نفع الطیب)

گمنام شاعر کا مرثیہ

جسے مقری نے اپنی کتاب نفح الطیب میں ذکر کیا ہے:

طليطلةَ أبَاحَ الْكُفْرُ مِنْهَا حَمَاهَا إن ذَانَبا كبيرُ.

طلیطہ کی محفوظ پناہ گاہ کو کفار نے لوٹ لیا یہ تو بہت بڑی بھیانک خبر ہے۔

فَلَيْسَ مِثَالَهَا ايوان كِسْرىٰ
وَلَا مِنْهَا الخورنق والسَّدِيْرُ

جلال و جمال میں یہ شہر ایران کے کسری خورنق اور سدیر شاہ (حیرہ کیمحل) کو بھی مات کرتا تھا۔

مُـــحـــصَّـــنةٌ مُـــحسَّـــنَةٌ بَـــعِيُـــدٌ
تَـــنَـــاوُلُهَـــا وَمَـــطْـــلَبُهَـــا عَسِيُـــرٌ

یہ شہر تو قلعہ تھا، سراپا حسن تھا، اس تک دست درازی تو دور کی بات اس تک رسائی بھی مشکل تھی۔

ألَـمُ تک مـحـقًلا لـلـديـن صعبـا
فَـذَلَّ الـلَّـــهُ كَـمَـا شَـاءَ الُقَـدِيُـرُ

کیا یہ شہر دین اسلام کا محفوظ قلعہ نہ تھا، مگر قدرت نے اسے ذلیل کر دیا۔

وَأُخُـــرِجَ أَهُـــلَهَـــا مِـــنُهَـــا جَـمِيُـعًـــا
فَـــصَـــارُوَ حَيُـــثُ شَـــاءَ بِهِـــمُ مَـصِيُـدُ

اس کے تمام باشندے جلا وطن کر دیے گئے، اب وہ قدرت کا عذاب بھگتتے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔

وَكَـــانَـــتُ دَارَ اِيُـــمَـــانِ وَعِـــلُـــمِ
مَـعَـــالِـمُهَـــا الَّتِـــىُ طُـمِسَـــتُ تُنِيُـــرُ

یہ ایمان اور علم کا گھر تھا، اس کے وہ نشان جو نابود کر دیے گئے، اسے روشن کرتے تھے۔

مَسَـــاجِـدُهَـــا كَـنَـــائِـــس، أىُّ قَـلُـــبٍ
عَـــلٰـــى هٰـــذا يَـــقَـــرُّ وَلاَ يَـــطِيُـــرُ

اس کی مساجد گرجوں میں بدل گئی ہیں کون سا دل ہوگا جو اس پر بے قرار ہو کر بکھر نہ جائے۔

اذلـــت قَـــاصِـــرَاتُ الـطَّـرفِ كَـانَـتُ
مُـصَـوَّنَـاتِ مَسَـاكـمهـا الـقُـصُـوُدِ

اس کی حسین دوشیزائیں جو محلات میں محفوظ تھیں ذلیل ہو کر ہوس کا نشانہ بن گئی ہیں۔

وَأَدُرَكَهَـــا فُتُـــوُرُ فِـــى انتـــظـــار
لِسَـــرَبَ فِـــى لَـــو لـحـظة الـقُـصُـورِ

ان میں سے ایک دوشیزہ کھڑی ہے، آنکھیں پتھرا گئی ہیں، وہ ہوس کار گروہوں کی ہوس

رانی کا شکار ہونے کی منتظر ہے۔

وَكَانَ بِنَا وَبِالفِتْيَاتِ اَوْلٰى
لَوْ انضمت عَلَى الكُلِّ القبور

ہمارے اوران دوشیزاوں کیلیے بہتر تو یہی ہے کہ ہم سب زمین میں دفن ہوجائیں۔

المائخذ والمراجع

ابن اثیر۔
ابن خلدون۔
نفح الطیب ،ازالمقر ی اندلس کے مشہور مورخ۔
اخبار اندلس،ازمجموعہ قلم نگار۔
جغرافیہ اندلس۔
تاریخ اندلس ازمولانا ریاست علی ندوی صاحب۔
اندلس میں چندروز از مفتی تقی عثمانی صاحب۔
اندلس کا ناگن ازعنایت اللہ التمس۔
مختلف ویبسائٹ مضمون نگاروں کی۔